الجمال والکمال

بوضع

الیمین علی الشمال

بجواب

ارسال الیدین

از

حضرت العلام مولانا اللہ یار خاں رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

۱۹۵۸ء میں جریدہ "الفاروق" دارالہدیٰ پوکیرہ سے
شائع ہوتا تھا جس میں ایک مضمون چھ قسطوں میں چھپتا رہا
جس کا عنوان "الجمال والکمال بوضع الیمین علی
الشمال" تھا۔ اس کی ضرورت یوں محسوس ہوئی کہ کسی
شیعی علی اطہر نے ایک رسالہ بنام "ارسال الیدین" تصنیف
کرکے "الفاروق" کے دفتر میں بھیجا۔ اور اس کا جواب لکھنے کی
دعوت دی میرے مرحوم دوست پیر احمد شاہ بخاری نے یہ ذمہ داری
مجھے سونپ دی چنانچہ میں نے یہ مضمون "الفاروق" کے دفتر
میں ارسال کر دیا جو کئی قسطوں میں شائع ہوا۔ اس
کی افادیت کے پیش نظر اسے کتابی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے۔
وما توفیقی الا باللہ
اللہ یار خان چکڑالہ

مقدّمہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ!

جب سے دنیا قائم ہوئی ہے اور اولادِ آدم اس پر آباد ہے۔ یہاں مختلف عقول کے انسان بستے ہیں۔ چونکہ عقول مختلف ہیں اس لئے اختلاف آراء لازمی امر ہے۔ کسی انسان کی رائے کسی چیز کے متعلق کچھ ہے کسی کی کچھ اور سچ پوچھو تو اس سے دنیا کی رونق وابستہ ہے۔

گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینت چمن
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

دیکھئے نماز اللہ تعالےٰ کے حکموں میں سے ایک بہت ضروری حکم ہے اور عظیم الشان حکم ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ نماز فرض ہے۔ شیعہ ہو یا اہلِ سنت سب اس بات پر متفق ہیں کہ نماز احکام رب العالمین میں سے ایک عظیم حکم ہے اور ہم پر فرض ہے۔ البتہ طریقہ نماز میں ضرور کچھ اختلاف دکھائی دیتا ہے کچھ لوگ کہتے ہیں ہاتھ کھول کر نماز پڑھنی چاہیئے۔ دوسرے لوگوں کا خیال اور عقیدہ یہ ہے کہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنی چاہیئے۔ فریقین اپنے اپنے دلائل پیش کرتے آئے ہیں، کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ اگرچہ یہ کوئی اصولی اختلاف نہیں لیکن دورِ حاضرہ میں اسے اصولی مسئلہ کی حیثیت دینے کی کوشش کی جارہی ہے یہاں تک کہ عوام ہاتھ باندھنے اور ہاتھ کھولنے ہی کو اہلِ تشیع اور اہلِ سنت میں بنیادی اختلاف قرار دیا کرتے ہیں۔

دفتر "الفاروق" میں ایک رسالہ بنام "ارسال الیدین" موصول ہُوا ہے۔ جس کا جواب لکھنے کی "درخواست" کی گئی ہے۔ اس رسالہ کے مصنف کوئی علی اطہر صاحب ہیں۔ اگرچہ رسالہ کا جواب لکھنے کی چنداں ضرورت نہ تھی لیکن ہمدردان الفاروق کے مطالبہ پر اس کا جواب لکھنا ضروری ہوگیا۔ انشاء اللہ، "الفاروق" کے صفحات میں اس کا جواب پیش کروں گا۔ اللہ تبارک وتعالےٰ کے دربار میں دست بدعا ہوں کہ حق لکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ضد اور تعصّب وعناد سے محفوظ رکھے۔

ناچیز: **اللہ یار خاں، چکڑالہ**

علی اطہر صاحب : اس رسالہ کی غرض اصلی اس امر کی تحقیق ہے کہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھنی چاہیئے جو طریقہ شیعہ ہے یا ہاتھ باندھ کر جو طریق اہل سنت ہے۔ مگر اس تحقیق کا مدار صرف کتب معتبرہ اہل سنت پر ہو نہ کہ شیعہ پر۔
(ارسال الیدین صا)

اللہ یار خاں : قارئین کرام "کتب اہل سنت" کے جملے کو ذہن میں محفوظ رکھیں۔ آگے چل کر آپ خود دیکھ لیں گے کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔

علی اطہر صاحب : اس مسئلہ (یعنی ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے) میں اہل سنت کے چار مذہب ہیں جس کو عبدالوہاب شعرانی نے اپنی کتاب رحمۃ الأمہ فی اختلاف الائمہ میں ان الفاظ میں لکھا ہے :

واجمعوا علی انہ یسن وضع الیمین علی الشمال فی الصلوٰۃ الا فی روایۃ عن مالک وھی المشھورۃ انہ یرسل یدیہ ارسالاً وقال الاوزاعی بالتخییر۔	اجماع کیا ہے آئمہ اہل سنت نے کہ سنت ہے رکھنا داہنے کا بائیں ہاتھ پر نماز میں مگر امام مالک سے ایک روایت ہے اور وہ مشہور ہے کہ وہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے اور اوزاعی قائل تخییر کے ہیں۔

اللہ یار خاں : مولوی صاحب کے دعوے اور اس کے ثبوت میں مندرجہ بالا عبارت میں کچھ جھوٹ ہیں، کچھ بدحواسیاں۔ جھوٹ تو شاید تقیہ کے ثواب لوٹنے کی غرض سے بولے گئے ہیں اور بدحواسیاں اس کا لازمی نتیجہ ہوا کرتی ہیں۔

۱۔ دعویٰ یہ کیا ہے کہ اہل سنت کے اس مسئلہ میں چار مذہب ہیں اور دلیل جو پیش کی اس میں تین مذہب بیان ہوئے۔

(۱) ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا جس پر امت کا اجماع ہے۔

(ب) ایک مشہور روایت امام مالک کی ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کے بارے میں یعنی صرف ایک روایت ہے امام مالک کا مذہب نہیں۔

(ج) امام اوزاعی کا تخییر کا قائل ہونا۔

پڑھنے والے کے ذہن میں لازماً یہ سوال پیدا ہوگا۔ دعویٰ چار کا کیا تھا وہ چوتھا کہاں ہے۔ وہ لازماً اسی نتیجے پر پہنچے گا کہ اس جھوٹ میں بدحواسی بھی شامل ہے۔

۲۔ دوسرے جھوٹ سے مولوی صاحب کی علمیت اور قابلیت بھی نمایاں ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ رحمۃ الامۃ کتاب علامہ شعرانی کی نہیں بلکہ عبدالرحمٰن دمشقی کی ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر انہوں نے جان بوجھ کر یہ لکھا ہے تو عمداً تقیہ کا ثواب لوٹا ہے اور اگر وہ اصل مصنف کو جانتے نہیں تو یہ ان کی جہالت کی دلیل ہے۔

جناب کا دعویٰ یہ تھا کہ میں اہل سنت کی معتبر کتابوں سے ارسال للیدین کا ثبوت پیش کروں گا مگر اول وہلا میں جو کتاب بطور شہادت کے پیش کی۔ اس کے مصنف سے بھی بے خبر ہیں۔ پھر اس سے بڑی جہالت یہ کہ اظہر صاحب کو اتنا علم بھی نہیں کہ اہل سنت کے ہاں معتبر کتابیں کون سی ہیں اور غیر معتبر کونسی

۳۔ مولوی صاحب خود بیان کر رہے ہیں کہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے پر اجماع امت ہے۔ پھر اس اجماع کے مقابلہ میں ایک روایت اور ایک قول پیش کر کے دوسرا اور تیسرا مذہب قرار دے رہے ہیں۔ کوئی پوچھے کہ اجماع کے مقابلے میں ایک روایت یا ایک قول کیا حیثیت رکھتا ہے۔ یہ اظہر صاحب کی اصول سے واقفیت کا حدود اربعہ ہے۔

اس ایک روایت کی حقیقت آئندہ صفحات میں کھول کر بیان کی جائے گی۔

بہر حال قارئین کرام پر واضح ہوگیا کہ علی اظہر صاحب کا دعویٰ کہ "میں کتب معتبرہ اہل سنت سے ثبوت پیش کروں گا" کہاں تک درست ہے۔ اظہر صاحب کی واقفیت کے لئے ہم یہ بتائے دیتے ہیں کہ اہل سنت کے ہاں کتب معتبرہ اور ان کی ترتیب کیا ہے

۱- قرآن کریم۔
۲- حدیث رسولؐ۔ اس میں اول درجہ میں بخاری، مسلم اور موطا امام مالک ہیں۔
دوسرے درجہ میں ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور تجرید الصحاح از علامہ رزین
(جامع الاصول ابن اثیر) اور مسند امام احمد۔
ان کے علاوہ سب کتب میں رطب و یابس ملا ہوا ہے۔ تفصیل کی ضرورت ہو تو شاہ ولی اللہ کی حجۃ اللہ البالغہ اور فتح الملہم شرح مسلم دیکھ لے۔
یہ نہ سمجھا جائے کتب مذکورہ کے رواۃ پر جرح نہیں ہوتی۔ ان کے رواۃ پر یقیناً جرح ہوتی ہے۔ ہم یہ کبھی نہیں کرتے کہ "راوی کہتا ہے" کہہ کر جو جی میں آئے سُنا دیں، اور سنتے رہیں۔

علی اظہر صاحب۔ معلوم ہوا کہ ہر امام کا مذہب جُدا گانہ ہے۔ ایک ہاتھ کھولتا ہے۔ دوسرا سینے پر، تیسرا زیر ناف رکھتا ہے۔ چوتھا کہتا ہے جہاں چاہو رکھو۔ جس سے ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی اس نتیجے پر ضرور پہنچتا ہے کہ یہ مذہب رسول اللہ سے نہیں لیا گیا۔ نہ ان کے طریقے پر ان کا عمل ہے۔ کیونکہ یہ ضروری ہے کہ حضرتؐ کا کوئی خاص معمول تھا جس کے مطابق آپ نماز پڑھتے تھے۔ اگر مذہب کے اصول و فروع آپ سے ماخوذ ہوتے تو ان میں اختلاف نہ ہوتا۔

اللہ یار خاں: شیعہ سنی تنازعہ وضع یدین کے محل میں نہیں بلکہ ہاتھ باندھنے اور کھولنے میں ہے۔ اظہر صاحب کو ارسال الیدین کا ثبوت بہم پہنچانا تھا۔ اپنے دعوے کا ثبوت پیش کر نہ سکے تو محل وضع یدین کا اختلاف پیش کر کے بات ٹال دی۔ رہی یہ بات کہ "سنی مذہب کے اصول و فروع رسولِ خداؐ سے ماخوذ نہیں ورنہ یہ اختلاف نہ ہوتا۔"
اظہر صاحب کو اپنے گھر کے اندر بھی جھانک لینا چاہیئے تھا۔ شیعہ مذہب تو سارے کا سارا اختلاف کا ایک جنگل ہے۔ جس میں ہدایت کی کوئی کرن بھی نہیں پہنچ سکتی۔ نمونہ

۱۔ شیعہ مذہب میں عورتوں کو ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا حکم ہے اور باندھ کر پڑھتی ہیں۔ اور مرد ہاتھ کھول کر پڑھتے ہیں۔ (اگر اتفاقاً پڑھنی پڑے) معلوم ہوا کہ شیعہ نماز رسولِ خدا ؐ سے ماخوذ نہیں ورنہ یہ اختلاف نہ ہوتا۔ ملاحظہ ہو شیعہ کی معتبر کتاب فروع کافی۔ طبع نولکشور لکھنو

عن حریز قال اذا قامت	حریز کہتا ہے عورت جب نماز میں کھڑی ہو تو
المراۃ فی الصلوۃ جمعت بین	دونوں قدموں کو جمع کر کے رکھے اور اُن میں
قدمیھا وتفرج بینھا وتضم	فراخی نہ کرے اور دونوں ہاتھوں کو اپنے
یدیھا الیٰ صدرھا لمکان ثدیھا	سینہ پر دونوں پستانوں کی جگہ رکھے۔

دو اماموں یعنی باپ بیٹے میں اختلاف۔

استبصار ص۱۴۵ پر مرقوم ہے۔ ابوبصیر سے روایت ہے امام صادق سے کہ میں نے عرض کی فجر کی سنتیں کس وقت پڑھوں تو امام نے جواب دیا طلوع فجر کے بعد۔ ابوبصیر کہتا ہے کہ میں نے امام صادق سے کہا کہ آپ کے والد بزرگوار امام باقر نے مجھے حکم دیا تھا کہ طلوع فجر سے پہلے پڑھیں۔ پس فرمایا امام صادق نے کہ اے ابومحمد تحقیق شیعہ میرے والد کے پاس طالب ہدایت ہو کر آتے تھے تو مسئلہ حق ان کو بتلاتے تھے۔ اور میرے پاس شیعہ شک لے کر آتے ہیں۔ میں ان کو تقیہ کر کے فتویٰ دیتا ہوں۔

اب اگر کوئی کہے کہ امام نے تقیہ کر کے کلمہ پڑھا تھا تو شیعہ اس کی تردید کیونکر کریں گے۔ صاف ظاہر ہے کہ شیعہ مذہب رسولِ خدا ؐ سے ماخوذ نہیں بلکہ شیعہ اماموں اور شیعوں کے درمیان ایک دنگل کا سماں پیش کرتا ہے۔

(۳) عن ابی عبداللہ انہ قال	امام جعفر نے فرمایا کہ میں ایسی گفتگو کرتا ہوں جس
انی اتکلم علےٰ سبعین وجھا لی	کے ستّر پہلو نکل سکتے ہیں اور ہر پہلو میں میرے
فی کلھا المخرج وا بصنا عن	نکلنے کا راستہ ہوتا ہے۔

ابی بصیر قال سمعت اباعبداللہ انی اتکلم بالکلمۃ الواحدۃ لھا سبعون وجھا ان شئت اخذت کذا وان شئت اخذت کذا۔

نیز ابوبصیر سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر سے سنا فرماتے ہیں میں ایسی بات کہتا ہوں جس کے ستر معنی نکل سکتے ہیں چاہوں تو یہ مطلوب لوں چاہوں تو وہ وہ مفہوم لوں۔

(اساس الاصول ص۵۱ علامہ دلدار علی شیعہ مجتہد)

اب کون کہے کہ شیعہ مذہب رسول خدا سے ماخوذ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا معمول اظہر من الشمس ہے۔ محل کا ثبوت حضورؐ سے منقول نہیں، اس میں توسع ہے یعنی ہاتھ رکھے جہاں چاہے مگر باندھے ضرور۔

علی اظہر صاحب: معلوم ہوا کہ بغرض تفریق جماعت اور فرقہ بندی قائم کرنے کے لئے ایک ایک امام نے ایک ایک خاص صورت نکالی کہ مسلمانوں کی جماعت منتفرق ہوئی۔

اللہ یار خاں: کسی امام نے کوئی صورت اپنی طرف سے تجویز نہیں کی نہ بنائی ہر ایک نے جناب خاتم الانبیاءؐ کی حدیث پر عمل کیا۔ اسی پر اہل بیت عظام عمل پیرا رہے اور یہی مذہب آئمہ اربعہ اہل سنت کا ہے۔ اسی پر امام مالک عمل کرتے رہے اور حکم دیتے رہے۔

(الفاروق ۵۸-۲-۱)

از مولانا اللہ یار خاں صاحب : ——— ۱-۳-۵۸

قال الشیخ ابو اسحاق الشیرازی فی اللمع۔	ترجمہ: "شیخ ابو اسحاق شیرازی نے اللمع
صفحہ ۵۴ مطبوعہ مصر (باب	فی الاصول میں ایک باب باندھا ہے۔ بیان
مایرد بہ خبر الواحد)	اس چیز کا جس کی وجہ سے خبر واحد رد کی
اذا روی الخبر ثقۃ رد بامور والثالث ان یخالف اجماع	جائیگی۔ جب ثقہ راوی بیان کرے تو بھی کئی
فیستدل بہ علی انہ منسوخ	وجوہ کی بنا پر حدیث رد کی جاتی گی۔ اور
او لا اصل لہ انہ لا یجوزان	تیسری وجہ یہ کہ حدیث مخالف اجماع کے
یکون صحیحا و تجتمع	آجائے تو سمجھا جائیگا کہ یہ منسوخ ہے یا اس
الامۃ خلافہ۔	حدیث کا کوئی اصل ہی نہیں یعنی موضوع
	ہے اس واسطے کہ یہ جائز ہی نہیں کہ حدیث
	صحیح ہوتی اور امت رسولؐ اس کے خلاف اتفاق کرلیتی۔"

فائدہ: جب صحیح حدیث مخالف اجماع آجائے تو غیر مقبول ہے لازماً اس کو چھوڑنا پڑے گا۔ اس لئے کہ یا تو اس کی تطبیق کی جائے یا تاویل کی جائے گی یا منسوخ یا موضوع ہوگی۔ تمام امت کو گمراہی پر محمول نہ کیا جائے گا۔ جب اظہر علی صاحب خود رحمۃ الامت سے اجماع آئمہ ہاتھ باندھنے پر بیان کرچکے ہیں اور آئندہ بھی اجماع و اتفاق بیان کرینگے تو خود ہی فرمائیں اس اجماع کے مخالف ابن القاسم کی روایت کی کیا قدر ہوگی۔

اب رہا کہ بعض مالکی ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں اس کے متعلق عرض ہے کہ اوّل تو جب واضح ہوچکا ہے کوئی حدیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یا صحابہ رضؓ سے ہاتھ کھولنے کے متعلق موجود نہیں تو پھر بعض مالکیوں کے فعل سے غیر پر حجت کیسی۔

دوئم: روایت ابن القاسم نے شہرت پکڑی ہے۔ امام مالکؒ کے شانے اکھڑ جانے کی وجہ سے ہاتھ باندھ نہ سکتے تھے۔ اس کو دیکھ کر بعض مالکی غلطی میں پڑ گئے جیساکہ اوپر ثابت کیا جاچکا ہے۔ نیز شیخ عبدالحق دہلوی نے شرح سفرالسعادت میں لکھا ہے کہ:
قال سالت فی الحجاز عن الارسال بعض علماء مالکیہ فلم یاء تو ابشی سوا امر خطابی۔
فرمایا شیخ نے میں نے عرب میں بعض علماء مالکیہ سے ارسال یدین کے متعلق سوال کیا تو علماء مالکیہ سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ بھلا جواب کیا بن پڑتا جب رسولِ خداؐ سے کوئی روایت ہی نہیں ملتی۔ ہاتھ کھولنے کے متعلق نہ قولِ صحابی نہ فعل صحابی تو کیا جواب دیتے۔ میں نے فلک النجات شیلہ کی معرکۃ الآراء کتاب جلد دوئم باب ارسال یدین کو دیکھا۔ اس بنا پر کہ شاید کوئی دلیل صاحب فلک النجات نے ارسال یدین پر پیش گوئی کی ہوگی۔ اس غریب نے بھی علی اظہر صاحب سے نقل کر کے باب کو بھر دیا اور ابن القاسم کی روایت کی خوب رٹ لگائی۔

ان غریبوں نے ابن القاسم کو شاید پیغمبر سمجھ رکھا ہے کہ اس کی بات رسول پر حجت ہوگی۔ اجی یہ روایت ابن القاسم سے غلط شہرت پکڑ گئی ہے اور ایسا ہوتا رہتا ہے کہ بعض امور غلط شہرت پا جاتے ہیں اور وہ آخر دین بن جاتے ہیں۔ بعض کے خیال میں جیساکہ اب تراویح میں الصلوٰۃ بمحمد کا جملہ مخلوق کی زبان زد ہوچکا ہے حالانکہ غلط ہے اور بخاری میں موجود ہے کہ حضرت عمرؓ اور ان کا ساتھی مدینہ سے باہر رہتے تھے نوبت بہ نوبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احکام کی تعلیم کے لئے آتے تھے۔ فاروقؓ کا ساتھی ایک دن واپس گیا شام کو فاروق اعظمؓ کے دروازے پر دستک دی اور فاروقؓ کو کہا کہ آج بڑا حادثہ ہوگیا ہے۔ فاروقؓ نے فرمایا کہ عیسائیوں نے مدینہ پر حملہ تو نہیں کر دیا تو اس نے جواب دیا نہیں۔ اس سے بھی بڑا حادثہ رونما ہوچکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے۔ فاروق اعظمؓ جب صبح مدینہ

تشریف لائے تو مسجد نبویؐ میں ممبر رسولؐ کے پاس یہ باتیں ہورہی ہیں کہ رسولِ خداؐ نے عورتوں کو طلاق دے دی ہے۔ مگر رسولِ خداؐ زندہ تھے۔ فوری اس غلطی کا ازالہ کرایا گیا ورنہ یہ خبر کس قدر غلط مشہور ہوچکی تھی۔ اسی طرح ابن القاسم کی خبر بھی ہے۔

سوئم کوئی مالکی بھی اس بات کا قائل نہیں کہ ہاتھ باندھنے سے نماز نہیں ہوتی جبکہ شیعہ کا خیال ہے کہ نماز ہاتھ باندھ کر پڑھنے کو فعل یہود و منافقین کہتے ہیں۔ شیعہ اس ایک روایت ابن القاسم سے متعدد کتب اہل سنت سے نقل کرکے ایک روایت کی کئی روایتیں بنالیتے ہیں۔ فلک النجات کو دیکھیں متعدد کتب کے حوالے دے کر کئی ورق سیاہ کر ڈالے۔ کیا متعدد کتب سے ایک روایت کو نقل کرنے سے متعدد روایتیں اور متعدد دلیلیں بن جاتی ہیں۔ جب سرے سے ایک روایت ہے۔ ابن القاسم کی اس روایت کو بار بار لوٹانے سے کیا فائدہ۔

علی اطہر صاحب: ان کا ظاہری صورت پر بھی نماز کے متعلق اتفاق نہیں کہ آخر نماز پڑھی جائے تو کس طرح جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے کبھی کبھار دیکھا ہی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کس طرح نماز پڑھی ہے۔ ہاتھ باندھ کر پڑھتے تھے یا کھول کر پڑھتے تھے

اللہ یار خاں: اجی حضرت وضع یدین کے محل میں شیعہ سنی تنازعہ نہیں آپ اختلاف محل کو خواہ مخواہ چھیڑ کر وقت ضائع کرتے ہیں۔ کیا ہمارا اتفاق نماز میں نہیں۔ اجی شیعہ کا بڑا اتفاق ہے۔ مرد کھول کر پڑھتے ہیں عورتیں باندھ کر، ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہیں دیکھا مگر جنہوں نے دیکھا وہ جماعت صحابہ کرام ہے۔ انہوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان وعمل نماز نقل کرکے بغیر تقیہ کے ہم کو بتا دیا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے تھے۔ جب آپ نے اوّل گواہ نبوت و رسالتِ رسول اور گواہ قول وعمل رسولؐ گرا دیئے تو آپ کو کس نے بتایا کہ رسولِ خدا

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے۔ اجی آپ تو یہ بھی نہیں بتا سکتے کہ رسولؐ نے نماز پڑھی بھی تھی کہ نہیں۔ رکعات ہاتھ کھولنا باندھنا تو دور کی بات ہے۔ آپ کو کس نے بتایا کہ رسولؐ نے نمازیں پڑھی تھیں۔ مذہب تو لیا جائے زرارہ و ابوبصیر سے اور نام لیا جائے رسولؐ کا، افسوس صد افسوس!

علی اطہر: یہ سب غیر سے اتباع صحابہ کا جو ماخذ دین و احکام شریعت بنائے گئے۔ اور ان کی روایت پر عمل کی مدار رکھی ورنہ اگر وہ اتباع ثقلین کرتے تو کتاب وعترت طاہر سے احکام لیتے تو ہرگز کوئی اختلاف نہ ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ شیعہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ تمام مومن ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں۔ جو سنّت رسولؐ ہے۔

اللہ یار خاں: اجی حضرت بغیر اتباع صحابہؓ نبوت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ثابت نہیں۔ نماز تو دور کی بات ہے۔ باقی رہا ماخذ دین کا مسئلہ تو صحابہ ہرگز ماخذ دین نہیں بلکہ ماخذ دین کتاب اللہ ہے۔ جس کو شیعہ نے صرف مان کر ساقط از اعتبار کر دیا ہے۔ دوئم: سنّت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ البتہ راوی اوّل ناقل مذہب و دین صحابہ کرامؓ ہیں۔ باقی آپ کا یہ کہنا کہ شیعہ کا ماخذ دین کتاب وعترت ہے غلط ہے۔ کتاب کی گت جو شیعہ حضرات نے بنائی ہے ایسا تو اہل کتاب عیسائیوں نے تورات و انجیل کی بھی نہ بنائی تھی۔ زائد از دو ہزار روایات متواتر تحریف قرآن کی مان کر قرآن کو ستون کفر قائم کرنے والا بنا کر ساقط کر دیا۔ باقی رہی عترت تو آپ کا یہ دعویٰ ہے (اور صرف دعویٰ جیسا کہ قریش مکہ ملت ابراہیمی کا دعوے کرتے تھے)

۱۲۔ اشخاص کو تو اہل بیت بنا لیا۔ باقی بیسیوں نفوس مقدسہ اہل بیت کو اہل بیت سے صرف خارج ہی نہیں کیا ان پر طرح طرح کے فتوے بھی لگائے۔ دین و مذہب شیعہ تو لیا جائے احول و زرارہ ابوبصیر وغیرہ سے اور نام لیا جائے رسول واہل بیت کا۔ فرماتے ہیں کہ شیعہ مومنین سب ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں۔ ان میں کوئی اختلاف نہیں۔ مگر علی اطہر سے

کون پوچھے کہ شیعہ عورتیں جو ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتی ہیں۔ وہ شیعہ مومنین میں داخل ہیں یا خارج ذرا اس کا فیصلہ اپنی قلم سے فرمائیے۔ ان پر حکم لگائیے یہ شیعہ ہیں یا نہ۔ اگر ہیں تو مومنہ بھی ہیں یا نہیں۔ ان کا فیصلہ علماء شیعہ پر ہے ہم کچھ نہیں لکھتے۔

علی اظہر صاحب شبیہ ارسال یدین صد علامہ عبدالوہاب شعرانی کی کتاب میزان الکبریٰ کے صد ۱۲۵ ج ا سے یوں نقل فرماتے ہیں :

ومن ذالك اتفاق الامة	ترجمہ :۔ اسی سے اتفاق آئمہ
على استحباب وضع اليمين على	اربعہ اس پر ہے کہ نماز میں داہنا ہاتھ
الشمال في القيام وما قام	بائیں ہاتھ پر رکھنا چاہیئے۔ یا جو قائم مقام
مقامه مع قول مالك في	اس کے ہو۔ حالانکہ قول مالک مشہور
اشهر رواية انه يرسل	دونوں روایتوں سے یہ کہ کھولتے
يديه ارسالا	تھے۔

یہ عبارت علی اظہر صاحب نے صد ۵ سے صد ۸ تک ارسال الیدین پر نقل کی ہے۔

اللہ یار خاں : اول بات تو یہ ہے کہ مولوی علی اظہر نے یہ دعوئے کیا تھا کہ میں ہاتھ کھولنے باندھنے کی دلیل معتبر کتب اہل سنت سے پیش کر دوں گا۔ اس دعوئے کو کہاں تک پورا کیا۔ اس غریب سے کوئی پوچھے تو سہی کہ "رحمت الامۃ" اور "میزان کبریٰ" کو کس سُنی نے معتبر کتب میں گنا ہے۔ کیا یہ کوئی حدیث کی کتابیں ہیں ؟ کیا یہ کوئی تفاسیر کی کتابیں ہیں، کیا یہ فقہ کی ہیں ؟ کیا ان کتابوں پر مذہب کے مسائل کی بنیاد ہے یا علم سلوک و تصوف کے مسائل ہیں۔

میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ اہل سنت کے ہاں سب سے معتبر کتاب کتاب اللہ ہے۔ جس کا ایک ایک حرف قطعی اور یقینی ہے۔ بعد کتاب اللہ بخاری۔ مسلم۔ موطا امام مالک

میں ۔سوم نسائی ابوداؤد، ترمذی وجامع الاصول ومسند امام احمدؒ وغیرہ ہیں۔ مگر ان کی حدیث پربھی باقاعدہ جرح کی جاتی ہے۔ علی اظہر شیعہ کا فرض تھا۔ جب دعویٰ کیا تھا کہ ہیں ارسال الیدین کو سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت کروں گا تو بخاری سے لے کر جو کتابیں معتبر تھیں ان سے ثبوت دیتا۔ اگر معتبر کتب میں کوئی حدیث ارسال یدین کی نہ ملی تھی تو کم از کم ضعیف حدیث ہی پیش کردیتے۔ آخر کتابیں نکلیں تو "میزان کبریٰ" اور "رحمت الامت" ان سے بھی صرف ایک روایت "ابن القاسم"۔ علی اظہر خود اجماع آئمہ اور اتفاق آئمہ اربعہ نقل بھی کرتے ہیں۔ ہاتھ باندھنے پر پھر غضب کی بات ہے کہ اجماع کے مقابلہ میں ایک قول ابن القاسم کا پیش کرکے اہل سنّت کو حجت قائم کرتے ہیں۔ سُبحان اللہ۔

علی اظہر شیعہ ص۸ اصل مقصود بلکہ نماز کی روح کیا ہے۔ حضور قلب۔ وہ اسی صورت میں حاصل ہوسکتا ہے کہ جب ہاتھ کھلے ہوں کیوں کہ اس وقت میں اس کا دل ودماغ صرف خُدا کی طرف متوجّہ ہوگا۔ خلاف اس کے اگر ناف پر رکھے یا سینہ پر بہر حال حضورِ قلب میں فرق آئے گا۔ اور پورے طور پر حضورِ قلب نہ ہوگا کہ ہر کوئی اسے عبادت میں مشغول سمجھتا ہے۔

اللہ یار خاں : اوّل تو بات تھی کہ آیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یا صحابہ کرامؓ یا آئمہ سے ہاتھ کھولنا ثابت ہے یا باندھنا۔ تو صاحب ارسال یدین علی اظہر سے ثابت نہ ہوسکا۔ اب حضورِ قلب کا مسئلہ چھیڑ دیا۔ گویا کہ جناب ارسال الیدین کو تو احادیثِ صحیحہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت کرچکے ہیں اور اب فلسفہ ہاتھ کھولنے کا بیان کررہے ہیں۔

اجی حضرت! شیعہ بھی ہو اور حضورِ قلب بھی ہو۔ حضرت! شیعہ کا کام ہے کہ ماتم کریں، سر پر خاک ڈالیں، زنجیر زنی کریں۔ شیعہ کو حضورِ قلب سے کیا واسطہ؟

اجی حضرت! ہاتھ کھولنا ایک حبشہ کی عادت ہے۔ عبادت عادت کے خلاف ہونی چاہیئے۔ آج بھی کوئی آدمی ہاتھ کھول کر نماز پڑھ رہا ہو تو دُور سے آدمی یقیناً اس کو نمازی نہ خیال کرے گا۔ بخلاف ہاتھ باندھنے والے کے کہ ہر کوئی اسے عبادت میں مشغول سمجھتا ہے۔

اجی حضرت۔ حضور قلب ہاتھ کھولنے پر موقوف نہیں بلکہ یہ خاص حالت ہے جو اولیاء اللہ و خاصانِ خُدا کو حاصل ہوتی ہے اور اولیاء اللہ سوائے اہلِ سنت کے اور کسی فرقہ میں نہ پائے گئے، نہ پائے جائیں گے۔ شیعہ میں تو یہ امر اشد محال ہے بلکہ اجتماع ضدین ہے۔ شیعہ بھی ہو اور حضور قلب بھی۔

علی اطہر ۔ اب یہاں تعصبِ مذہبی کو چھوڑ کر پہلے کسی شیعہ کی مسجد میں جا کر اس کے پیش نماز کو دیکھئے۔ (کیونکہ عوام کا اعتبار نہیں) پھر اس کے بعد پہلے حنفیوں کی مسجد میں جائیں پھر اہلِ حدیث کی مسجد میں۔ اور غور کی نگاہ سے دونوں کے افعالِ نماز پر نظر کیجئے تو صاف معلوم ہوگا شیعہ نماز کو ایک عبادت سمجھ کر پڑھ رہا ہے اور سُنّی اپنی نوکری بجا لا رہا ہے کہ جلدی کر کے بھاگوں۔

اللہ یار خاں: مولوی اطہر صاحب آپ نے یہ استدلال بالکل نکما اور بے فائدہ کیا ہے۔ آپ کا یہ دعوٰی تو یہ تھا کہ میں اہلِ سنت کی معتبر کتب سے ارسال الیدین ثابت کروں گا۔ مگر آپ ایسی باتوں پر اتر آتے ہیں جن کا جواب دینے کی میرے نزدیک ضرورت نہیں۔ اب اگر کوئی سُنّی کہے کہ شیعہ کی مسجد میں جا کر ہم کیسے دیکھیں، ان کی مسجدیں تو ہوتی ہی نہیں، ہم ان کو کہاں جا کر دیکھیں۔ ہاں البتہ اگر شیعہ عورتوں کو دیکھیں تو وہ ہاتھ باندھ کر کھڑی ہوتی ہیں۔ اور شیعہ مردوں کو دیکھیں تو ہاتھ چھوڑ کر یہ عجب بات ہے۔

باقی آپ نے کہا ہے کہ سُنّی نوکری ادا کر رہے ہوتے ہیں تو جناب والا آپ کو شاید علم نہیں یہ یہ ہاتھ چھوڑ کر کی جاتی ہے باندھ کر نہیں کیا کرتے۔ (الفاروق یکم مارچ ۱۹۵۸ء)

علی اظہر شیعی صـ۲۵ اجماع یہ تیسری دلیل ہے۔ اہلِ سنت کی جس سے کسی شرعی مسئلہ کی صحت ثابت کی جاتی ہے۔ اسی اجماع میں عمل اہل مدینہ بھی داخل ہے۔ جس سے امام مالکؒ نے اپنا مذہب قرار دیا کہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا چاہیئے۔

چنانچہ علامہ محمد معین لاہوری جو تلامذہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے ہیں اور علمائے اہلِ حدیث کے مشہور افراد میں سے ہیں۔ اپنی کتاب "دراسات اللبیب" میں لکھتے ہیں۔ دیکھو دراسات مذکورہ صـ۲۴۴ مطبوعہ لاہور۔

وثانیھما ان عمل اھل المدینۃ المقدسۃ علیٰ ساکنہا افضل الصّلوات والتسلیمات من اقوی حجج الدین عندنا وعندی الامر فیھا طریقۃ النقل من ذالک علیٰ ما یری الامام الاکبر عالم المدینہ مالک بن انس الاصبحی من ان اجتماع اھل المدینۃ المطھرۃ حجۃ۔	ترجمہ: دوسرے یہ کہ اہلِ مدینہ کا عمل ہمارے نزدیک دینِ اسلام کے دلائل میں سے بہت قوی دلیل ہے۔ ساکن مدینہ پر بہترین صلوٰۃ وسلام ہو اور اس مسئلہ میں ہماری رائے مطابق ہے۔ حضرت امام مالکؒ کے جو فرمایا کرتے تھے کہ مدینہ مطہرہ کے باشندگان کا اجماع حجت ہے یہاں
حتیٰ انہ عولت علمآء مذھبہ فی ارسال الیدین حالۃ القیام فی الصلوۃ علےعمل اھل المدینۃ مع الوجود المرفوع الصحیح فی قبض الیمنی علی الیسریٰ الخ	تک کہ امام مالکؒ کے مذہب کے علماء نے ہاتھ کھولنے پر اجماع اہلِ مدینہ سے استدلال کیا اور اسی پر اعتماد کیا ہے۔ باوجود اس کے کہ صحیح اور مرفوع حدیث نماز میں ہاتھ باندھنے پر موجود تھی۔

اللہ یار خاں : "دراسات اللبیب" کی عبارت کو مولوی اظہر صاحب صفحہ ۲ سے صفحہ ۲۱ تک لے گئے ہیں۔ مگر کام کی بات صرف یہ ہے کہ اہلِ مدینہ کا عمل حجت ہے۔ کسی دینی مسئلہ کے ثابت کرنے کے لئے یہی تعامل مدینہ ایک زبردست دلیل ہے۔ چونکہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مہاجرین اور انصار اور تابعین حضرات تمام کے تمام ساکنان مدینہ مطہرہ تھے۔ اس لئے اُن کا عمل ہی دینِ اسلام ہے۔ اس سے آگے مولوی علی اظہر صاحب نے جو بات بھی نقل کی ہے سوبے سود ہے۔

برادرانِ ملت ! سوچنے کی جگہ ہے کہ علی اظہر اور ملا معین شیعی کو جب کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے کی ضرورت درپیش آتی ہے تو اہلِ مدینہ کے عمل ہی کو خدا اور رسولؐ کا دین قرار دے رہے ہیں اور ان ہی کے قول و فعل کو ایک زبردست اور قوی دلیل بنا رہے ہیں۔ اس موقع پر ہمیں علی اظہر اور ملا معین شیعی سے پوچھنے کا حق حاصل ہے کہ جناب والا کیا اہلِ مدینہ اور تمام مہاجرین والانصار نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت پر اجماع نہ کر لیا تھا؟ حقیقت یہ ہے کہ وہ ہی اجماع اگر شیعہ کے لئے مفید ہوتا ہے تو حجت بن جاتا ہے اور وہی اجماع اہلِ مدینہ اگر شیعہ کے نظریات کے خلاف پڑتا ہو تو وہ نہ حجت ہے اور نہ ادنیٰ ترین دلیل کا نام اسے دیا جا سکتا ہے۔

دوسری عرض یہ ہے کہ علی اظہر صاحب کیا ملا معین صاحب سے تو یہ بھی ثابت نہ ہو سکا کہ تمام اہلِ مدینہ کھلے ہاتھوں نماز پڑھتے تھے۔ اسی "دراسات اللبیب" کو اول سے لے کر آخر تک پڑھ جائیے کہیں یہ بات ثابت نہیں کر سکے کہ تمام اہلِ مدینہ کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے پر متفق ہو گئے تھے۔ ملا صاحب مذکور یہی کہتے جائیں گے کہ عمل اہلِ مدینہ حجت ہے لیکن اپنی اس کتاب میں کہیں بھی کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے پر اجماع پیش نہیں کرتے۔

تیسری عرض یہ ہے کہ ملا معین اہلِ حدیث میں سے نہیں ہیں بلکہ یہ بزرگ تو خاص شیعہ میں سے ہیں۔ علی اظہر وغیرہ شیعی مصنفین اور مبلغین نے جو ملا معین کو اہلِ حدیث لکھا

اور بیان کیا ہے سراسر دھوکہ اور فریب ہے۔ ملا ئے مذکور موصوف سندھی ہیں لاہوری نہیں ہیں، اُن کی کتاب "دراسات" لاہور میں چھپی ہے۔ اس سے ان کا لاہوری ہونا نہایت ہی تعجب انگیز بات ہے۔ خیر بہرحال مُلا معین سندھی نواب سیف اللہ خاں والیٔ ٹھٹھہ کے زمانہ میں ۱۱۶۷ ہجری میں ہوئے ہیں۔ آپ نے نواب مذکور کو خوش کرنے کے لئے ایک رسالہ لکھا تھا جس کا نام تھا۔"المجنۃ الجلیلۃ فی رد من قطع بالافضلیۃ" اس رسالہ میں ملا معین سندھی مذکور نے ان لوگوں کا رد فرمایا ہے۔ جو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو تمام صحابہ کرام میں سے افضل جانتے ہیں۔

دوئم رسالہ مذکورہ کے صد ۲۸ اور صد ۲۹ پر لکھا ہے کہ ملا معین مذکور نے علاقہ ٹھٹھہ میں جمعہ اور عیدین کے خطبات میں خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسمائے گرامی کا ذکر کرنا بند کرا دیا تھا۔ عبارت اس طرح پر ہے:

ومنع ان یذکر اسماء الصحابۃ الکرام فی خطبۃ الجمعۃ والعیدین۔	یعنی جمعہ و عیدین کے خطبات میں صحابہ کرام رضؓ کا نام لینا بند کر دیا تھا۔

سوئم، ملا معین موصوف نے اپنے رسالہ کے صفحہ ۳۶ پہ امام ابن تیمیہ کو "تقی الدین" کی بجائے شقی الدین لکھا ہے۔ اور امام مذکور کی کتاب "منہاج السنۃ" کو جلانے کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ علامہ ابن تیمیہ نے "منہاج السنۃ" میں مذہب شیعہ کی خوب تردید فرمائی ہے۔

چہارم: یہ کہ علامہ عبداللطیف نے اپنی کتاب "ذب الذباب" کے صد ۴۵ اور صد ۴۶ پر ملا معین سندھی کے بارے میں لکھا ہے:

دھو الذی کان فی اول الامر نقشبندیہ معتزلا عن جمیع	ترجمہ:- ملا معین اول اول نقشبندی تھے۔ بدعات سے دور

هذه الامور لكن لمّا مات شيخهٗ
ومرشدهٗ قدس الله سرّهٗ في
الطريقة النقشبندية
احدث هذه الامور و
تشابها الى ان جاءه الملكُ
الموت وتوفي فجاءةً في عين
سماع الغناء سنة احدى وستين
ومائة الف۔

رہتے تھے۔ لیکن جب آپ کے شیخ و
مرشد فوت ہوگئے تو اس قسم کی بدعات
ظاہر کیں اور ان پر گامزن رہے۔
یہاں تک کہ موت کا فرشتہ آگیا۔ اور
آپ عین راگ سننے کی حالت میں جاں
بحق ہوگئے۔
یہ واقعہ سنہ ۱۱۶۱ھ میں پیش آیا۔

اب معلوم ہوگیا کہ جناب ملا معین صاحب سندھی کچھ زمانہ بہت اچھے طریقہ پر تھے۔ اس کے بعد ان کی حالت تبدیل ہوگئی تھی۔ پس جو لوگ آپ کی تعریف کرتے ہیں وہ اوائل عمر کے لحاظ سے کرتے ہیں۔ اور جو لوگ آپ کی مذمت کرتے ہیں وہ اواخر عمر کو مدنظر رکھتے ہیں۔ سچ ہے کہ دارومدار آدمی کے خاتمے پر ہوا کرتا ہے۔

پنجم: شیعہ مصنفین نے جو آپ کو شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ کے شاگردوں میں شمار کیا ہے یہ بھی غلط ہے۔ حضرت شاہ صاحب مرحوم سے ملّا معین کی ملاقات بھی ثابت نہیں چہ جائیکہ تلمذ سے متعلق گفتگو کی جائے۔ صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ ملّا مذکور نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلویؒ سے بذریعہ کتابت چند چیزوں کی اجازت طلب کی تھی جو کہ آپ نے عطا کر دی تھی۔ بس اس سے خود مُلّا مذکور نے اور اس کے احباب نے شاگردی کا چرچا کر دیا۔ اگر اوائل میں کچھ استفادہ ثابت بھی ہو جائے تو اس میں کون سی فضیلت ہے؟ جبکہ آخر عمر میں ملّا معین مذکور کی حالت تبدیل ہوگئی۔

نعوذ بالله من سوء الخاتمه۔

ششم : حضرت مولانا محمد شاہ صاحب تلمیذ رشید حضرت مولانا محبوب شاہ صاحب نے اپنے رسالہ "مدار الحق" میں ملا معین سندھی کے بارے میں تحریر فرمایا ہے :

نظرت فی دراسات اللبیب	میں نے کتاب دراسات کو جلدی
نظرۃ عاجلۃ فعلمت انّ	ایک نظر سے دیکھا تو میں سمجھ گیا کہ
جامعہ رافضی فی	اس کتاب کا مصنف رافضی ہے جو کہ
زی سنیّ۔	اہل سنت کے لباس میں اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے

ہفتم : ملائے مذکور نے ایک اور کتاب لکھی ہے جس کا نام "قرۃ العین فی البکآ علی الامام الحسینؓ"

اس کتاب میں ملا معین نے تمام وہ کام جائز قرار دیئے ہیں جو شیعہ حضرات ماہ محرم میں بجالاتے ہیں۔ سیاہ پوشی اور واویلا اور مرثیہ خوانی اور پیٹنا اور رانوں کو سینوں کو کوٹنا وغیرہ

ہشتم : آج کل جو نسخہ دراسات کراچی سے شائع ہوا ہے اس کے مقدمہ صہ ۸۰ پر درج ہے کہ ملا معین سندھی رجعت کا قائل تھا۔ واضح ہو کہ یہ رجعت کا عقیدہ شیعہ کے مخصوص عقائد میں سے ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت امام مہدی کے ظہور کے زمانہ میں صحابہ کرام اور آئمہ اہل بیت عظام کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور امام مہدی ظالموں سے بدلہ لیں گے۔ اور ان کو سخت سزائیں دیں گے۔

نہم : ملا معین موصوف کے نزدیک تعزیہ بنانا اور ماتم کرنا واجب ہے۔ جیسا کہ کتاب "دراسات اللبیب" صہ ۳۲ پر لکھتے ہیں :

وحرّم الصبر علی شہادۃ	ترجمہ :- ملا معین نے شہادت
الحسین ابن علی رضی اللہ	حسینؓ پر صبر کرنے کو حرام قرار دیا ہے اور
عنہما واجب تعزیۃ کلّ عاشورہ	محرم کے عاشورہ پر ہمیشہ تعزیہ بنانا مع
مع الرسوم والبدعات۔	بدعات واجب فرمایا۔

دہم: مُلّا معین صاحب موصوف سود خواری کو جائز قرار دیتے تھے۔ جیسا کہ مقدمہ مذکورہ میں صہ۳۱ پر مرقوم ہے:۔

واخذ القروض طول عمرہ بطریق الربٰوا۔

آپ ساری عمر سودی قرضہ لیتے رہے۔

نوٹ: اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ آپ شریعت پر کس قدر سختی سے پابند تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسی بے عملی نے آپ کو شیعہ مذہب کی گود میں جا ڈالا تھا۔

یازدہم: مقدمہ مذکورہ صہ۳۲ پر مرقوم ہے:

قال یجوز التوابیت بصورۃ قبری الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنھما والسجدا لیھلما والنوحۃ وضرب الخدود وشق الجیوب والدعاء بالویل والثبور وذکر المطاعن فی الصحابۃ۔	ترجمہ:۔ ملا معین نے نے کہا کہ حسنین رضی اللہ عنہما کی قبروں کی صورتیں بنانا اور انہیں سجدہ کرنا اور نوحہ کرنا اور چہروں کو پیٹنا اور گریبانوں کو پھاڑنا اور واویلا کرنا اور موت کو بلانا اور جائز ہے مطاعن صحابہؓ کا ذکر کرنا۔

نوٹ: اس حوالہ کو پڑھ لینے سے تو ناظرین کرام کو ملّا معین کے مذہب کا خوب پتہ چل گیا۔

دوازدہم:۔ مقدمہ مذکورہ صہ۳۵ اور ۳۸ پر ملا معین کا ایک اور عقیدہ درج ہے اور عبارت اس کی یوں ہے:

قال ان الحق فی امر فدک وغیرہ کان مع فاطمۃ وان ابابکر وغیرہ ممن قال	ترجمہ: ملا معین نے کہا کہ فدک وغیرہ کے مسئلہ میں حق تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

بخلاف ماقالت فاطمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا کانوا مخطئین۔	کے ساتھ تھا اور حضرت ابوبکرؓ وغیرہ جنہوں نے آپ کے خلاف کہا وہ سب غلطی پر تھے۔

نوٹ: مندرجہ بالا عبارت سے واضح ہو گیا کہ ملا معین صاحب سندھی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غلطی پر جانتے ہیں اور اپنے زعم فاسد میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت ابوبکرؓ کے خلاف خیال کرتے ہیں۔ یہی تشیع ہے۔ اور اسی کو رفض کہا جاتا ہے۔

سیزدہم:۔ جناب ملا معین صاحب محرم کے پہلے عشرہ میں اپنے دولت خانہ میں عورتوں کو جمع کرتے تھے۔ اور انہیں سیاہ لباس پہناتے تھے اور چہروں کے سیاہ کرنے کا حکم دیتے تھے۔ اور ساتھ ہی چہروں کو زخمی کیا کرتی تھیں۔ عبارت اصلی یہ ہے۔ مقدمہ ص ۲۷ و ص ۲۸ دیکھئے:

واجتماع نساء کثیرۃ بامرہ ورضاہ فی بیتہ فی العشرۃ الاولیٰ من شہر اللہ المحرم کل سنۃ وبیاحتھن ویلبسھن السواد وتسوید ھن الوجوہ وخمشھن الخدود وشقھن الجیوب والدعاء بالویل۔	ترجمہ: ملا معین کے حکم سے اور رضامندی سے ان کے گھر میں پہلے عشرہ میں محرم کے بہت سی عورتوں کا جمع کرنا ہر سال اور عورتوں کا نوحہ کرنا اور سیاہ کپڑے پہنا اور چہروں کو سیاہ کرنا اور رخساروں کو نوچنا اور گریبانوں کو چاک کرنا اور واویلا کرنا۔

نوٹ: اب ناظرین کرام سوچیں اور ملا معین کے معاملہ میں غور کریں آیا باوجود اس کے کہ ملا صاحب کے اپنے گھر میں ماتم ہوتا ہے اور عورتوں کو ماتم کے لئے جمع کیا جاتا ہے اور سیاہ پوشی کی تاکید کی جاتی ہے۔ آپ کو سنی اہل حدیث جاننے والے کس قدر غلطی پر ہیں اور لوگوں کو دھوکہ میں ڈالنے کی سعی لاحاصل کرتے ہیں۔

چہاردہم: حضرت مولانا محمد ہاشم صاحب ٹھٹھوی نے اپنی کتاب "السنۃ النبویہ فی القطع بالافضلیۃ" میں صفحہ ۲۵ پر فرماتے ہیں۔

والمعلوم من حالہ انہ کان مشتغلا فی جمیع عمرہ باھال الحق واظہار الباطل ومستمرا الی اٰخر حیاتہ علیٰ احیاء البدعۃ وتحلیل المحرمات کالبدعۃ الغاشیۃ فی ایام عاشورا کرکض بالطبول والنقارات والدفوف وکان یحفرھا بنفسہ ویامرھا الناس لیضربہا فی المساجد الشریفۃ التی ھی بیوت اذن اللہ ان یذکر فیہا اسمہ الیٰ غیر ذالک من الاباطیل التی لا تعد ولا تحصی

ترجمہ:- اور ملا معین کے حالات سے واضح ہے کہ وہ تمام زندگی میں تارک حق اور مظہر باطل رہا اور وہ آخر عمر تک بدعات کے زندہ کرنے میں اور حرام کو حلال کرنے میں گامزن رہا۔ مثل اس بدعت کے جو ایام عاشورہ میں عام ہوتی ہے۔ اور مثل ڈھول نقارے اور دف بجانے کے اور ان کارروائیوں میں وہ خود شامل ہوا کرتا ہے۔ اور لوگوں کو حکم دیتا تھا کہ یہ کام مسجدوں میں کیا کریں۔ وہ مسجدیں جن میں خدا تعالےٰ نے اپنے نام کے ذکر کرنے کا حکم دیا ہے ان کے علاوہ اور بھی بہت سی باطل چیزیں عمل میں لاتا تھا جو گننی اور شمار سے باہر ہیں۔

نوٹ:- عجیب زمانہ آیا ہے کہ رافضیوں کو اہل حدیث کا لباس پہنا کر اہل سنّت کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔

پانزدہم:- جناب ملا معین موصوف نے ایک رسالہ لکھا ہے جس کا

"مواہب سید البشر" اس رسالہ میں واضح کیا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلیفے وہی بارہ امام ہیں جنہیں شیعہ لوگ معصوم قرار دیتے ہیں۔ آپ نے اس مسئلہ میں شیعہ کے ساتھ پورا اتفاق ظاہر کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کی عصمت بالکل ایسی ہے جیسی کہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت ہے۔

شانزدہم :۔ مُلّا معین صاحب اپنے رسالہ الحجۃ الجلیلۃ فی ردّ من قطع با لا فضلیۃ میں لکھتے ہیں :

قال انّ الراجح والا نصاف والحق با فضلیۃ علیؓ علی الثلاثۃ ۔	ترجمہ :۔ مُلّا معین صاحب نے فرمایا کہ وزنی بات اور انصاف اور حق بات یہ ہے کہ حضرت علیؓ خلفائے ثلاثہ سے افضل تھے ۔

نوٹ : ساری دنیا جانتی ہے کہ اہل سنت والجماعت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ سے افضل یقین کرتے ہیں اور ملا صاحب موصوف اس کے برعکس ارشاد فرمارہے ہیں۔ اس پر بھی اہل سنت ہیں تو پھر شیعہ کس کا نام ہے ۔

ہفدہم : مقدمہ دراسات از مولانا عبد الرشید سندھی صہ۲۳ ملاحظہ ہو فرمایا :

وان ذکر اللہ تعالیٰ بالمسبحۃ الماخوذۃ من تراب کربلاء والسجدۃ للہ تعالیٰ علیہ محمودۃ وانہ لو کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم حیاً فی	ترجمہ : مُلّا صاحب موصوف نے فرمایا کہ کربلا کی مٹی کی تسبیح پر خدا کا ذکر کرنا اور اس پر خدا کو سجدہ بہت اچھا ہے اور اگر خدا کے رسولؐ واقعہ کربلا کے وقت زندہ ہوتے تو اس سوگواری کو

فضیلۃ کبراء لاستن ھذا الحداد — ہماری سنت بناتے۔ اور
کثیرا وھذا مما یغفل عنہ — اس مسئلہ سے اہل سنّت کے
فقہاء اھل السنۃ۔ — عالم غافل ہیں۔

ہشتدہم: مقدمہ مذکورہ کے صد۴۲ پر مرقوم ہے:

دان التقیۃ محمودۃ و — ترجمہ۔ اور تقیہ بڑی اچھی چیز
ھی التی قال فیھا جعفر الصادق — ہے۔ یہ وہی چیز ہے جس کے حق میں
التقیۃ من دینی و دین — امام جعفر صادق نے فرمایا کہ تقیہ
آبائی۔ — میرا اور میرے باپ دادا کا دین ہے۔

نوٹ: شیعہ حضرات نے تقیہ کے مسئلہ کو جس طرح استعمال کیا ہے وہ ان کی تصنیفات سے ظاہر ہے۔ اہل سنت علمائے کرام نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کا جو عمل بھی اپنے نظریات کی تائید میں پیش کیا ہے ہمارے شیعی علماء نے اسے تقیہ کے سلسلہ میں داخل کر دیا ہے۔ شیعہ متکلمین کے یہاں لاکھ سوال کا ایک ہی جواب تقیہ ہے۔ اور ملا معین صاحب اس مسئلہ میں ٹھیک شیعی نقطۂ نظر کی ترجمانی فرما رہے ہیں۔ کیا اب بھی آپ کے شیعہ ہونے میں کلام ہے؟

نودہم: جناب ملا معین صاحب سندھی نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔ جس میں حدیث لا یورث ما ترکناہ صدقہ کی تشریح کی ہے۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو خطا کار ٹھہرایا ہے۔

نوٹ:۔ یہ انیس عدد وہ دلائل ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ملا معین صاحب سندھی اوائل میں سنی تھے اور پھر شیعہ ہو گئے تھے۔ اب ہمارے اس بیان کے بعد بھی جو شخص ملا موصوف کو اہل سنت کے سامنے اہل حدیث سنی بنا کر پیش کرے۔ اس کی کجروی بھی قابل داد ہے۔ اگر یہ ملائے سندھی سُنی ہے تو پھر شیعہ جہان میں

ہے ہی نہیں۔

پر افگن پردہ تا معلوم گردد
کہ یاران دیگرے رامے پرستند

مؤلف "ارسال الیدین" مولوی علی اظہر کی غلط فہمی یا مغالطہ دہی

مولوی علی اظہر صاحب نے حضرت امام مالکؒ کی ایک روایت کو دیکھ کر فتویٰ جڑ دیا کہ تمام اہل مدینہ کا عمل اسی طرح پر تھا۔ مگر افسوس صد افسوس کہ آپ حقیقت سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ حضرت امام مالکؒ نے عمل اہل مدینہ کو ایک حجت قرار دیا ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ امام مالکؒ سے جو روایت دستیاب ہو۔ وہی اجماع اہل مدینہ پر موقوف ہوگی، نہیں ہرگز نہیں، بلکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ حضرت امام مالک نے اپنی مشہور کتاب موطا امام مالک میں جس چیز کو عمل اہل مدینہ اور اجماع اہل مدینہ کے عنوان سے بیان فرمایا ہے۔ وہ ان کے مذہب کی مدار ہے۔ اور اس کو آپ حجت قرار دیتے ہیں۔ دیکھو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنی کتاب تفہیمات الٰہیہ صدہ ۱۵ پر تحریر فرماتے ہیں:

ویتلوہ ماحکاہ مالکؒ	ترجمہ: اور اسی طرح وہ
فی الموطا انہ مذھب کبار	بات بھی خوب مضبوط ہے جس کو
الصحابۃ والتابعین و	امام مالک نے اپنے موطا میں اس
الذی جری علیہ عمل اھل	عنوان سے تحریر کیا ہے کہ یہ بڑے
المدینۃ من لدن زمان	بڑے صحابہ اور تابعین کا مذہب
النبوۃ الی زمانہ ثم	ہے اور یہ وہ چیز ہے جس پر اہل مدینہ

لم يتعقبه الشافعي واحمد	کا عمل جاری رہا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ
والبخاري وامثالهم	وسلم کے زمانہ سے لے کر آپ کے زمانہ
من الجامعين بين	تک پھر ان علماء نے اس چیز پر
الحديث والفقه	اعتراض بھی نہ کیا ہو جو علم حدیث
فيما نرى بل	اور علم فقہ کے ماہر تھے بلکہ انہوں
ان تحسنوه وقالوا	نے اس بات کو پسند کیا ہو اور اس
به۔	کے قائل ہوگئے ہوں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدثؒ کی اس تحقیق سے معلوم ہوگیا کہ امام مالکؒ نے اپنی کتاب "موطا" میں جس چیز کے بارے میں لکھا ہے کہ اس چیز پر اہل مدینہ کا عمل رہا ہے وہ ان کا مذہب ہے اور اسی کو آپ حجت قرار دیتے ہیں۔ اب شیعہ صاحبان کا فرض ہے کہ موطا امام مالک سے کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے کے بارے میں آپ کا فتویٰ دکھا دیں کہ اس پر عمل اہل مدینہ جاری رہا ہے۔ اگر پاکستان کے تمام شیعی مبلغ اور ذاکر جمع ہو کر بھی سعی بلیغ کریں تو موطا امام مالک موصوف سے یہ بات ہرگز نہیں دکھا سکتے کہ کھلے ہاتھوں نماز پڑھنا امام مالک کا مذہب کیسے بن سکتا ہے؟ بلکہ مذہب مالک تو وہ ہے جو موطا امام مالکؒ موصوف کے ص۵۵ پر موجود ہے۔ فرماتے ہیں۔ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر رکھنا نماز میں مسنون ہے۔ اور اس باب میں دو عدد حدیثیں ذکر فرماتے ہیں۔

ایک حدیث میں تمام انبیاء علیہم السلام کا طریق نماز بیان فرمایا ہے اور دوسری حدیث میں جناب رسولِ خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا طریق نماز بیان فرمایا ہے کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم لوگوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھ کر نماز پڑھا کریں۔ ہاں اگر موطا شریف میں ایک حدیث

والنخعي والثوري رضي الله	تمام اہلِ علم نے اور یہی ہے قول حضرت
تعالیٰ عنهم	علیؓ کا اور حضرت ابوہریرہ رضؓ کا
وحكاه ابن المنذر	اور امام نخعی کا اور امام ثوری کا
عن مالك رحمه الله	رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اسی کو
تعالیٰ وفي التوضيح	حکایت کیا ہے ابن منذر نے حضرت
وهو قول سعيد بن	امام مالک سے رحمۃ اللہ تعالیٰ اور
جبير وابي مجلز وابي	توضیح میں ہے کہ یہی ہے کہ قول
ثور وابي عبيد وابن	سعید بن جبیر کا اور ابو مجلز کا اور ابو ثور
جرير وداؤد وهو	کا اور ابو عبید کا اور ابن جریر کا اور
قول ابي بكر الصديق	امام داؤد کا اور یہی قول ہے حضرت
وعائشة وجمهور	ابوبکر صدیق رضؓ کا اور ام المؤمنین عائشہؓ
العلماء	اور تمام علماء کا رضی اللہ عنہم۔

نوٹ : اجماع اہلِ مدینہ اس کو کہتے ہیں۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر نماز پڑھی ہے تو یقیناً حضرت علیؓ اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسی طرح نماز پڑھی ہے اور جب ان چاروں خلفائے راشدین نے دایاں ہاتھ بائیں پر رکھ کر نماز پڑھی ہے تو تمام اہلِ مدینہ نے اس طرح پر نماز پڑھی ہے۔ خدا جانے علی اظہر اور ملاعین نے کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے پر اہلِ مدینہ کا اجماع کہاں سے اخذ کیا ہے۔

شیعہ نظریات میں حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ اور آپ کی اقتداء میں نمازیں پڑھی ہیں اور اپنی حکومت کے زمانے میں نماز تراویح بدستور جاری رکھی ہے۔ اور پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت

کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے کی آجاتی ہے تو شیعہ کو گنجائش ہو سکتی تھی۔ لیکن جب ایسا نہیں ہے تو ایک غیر معتبر روایت کی بنا پر کھلے ہاتھوں نماز پڑھنا امام مالکؒ کا مذہب کیسے بنایا جا سکتا ہے۔ اور اجماع اہل مدینہ کا اس پر کیسے اطلاق ہو سکتا ہے۔

حضرت امام ابو عیلےٰ ترمذی اپنی مشہور و معروف کتاب جامع ترمذی میں ارشاد فرماتے ہیں:

والعمل علی ھذا عند اھل العلم من الصحابة والتابعین ومن بعدھم۔	امام ترمذی نے کہا کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر نماز پڑھنے پر عمل ہے۔ ان لوگوں کا جو صحابہؓ اور تابعین میں سے صاحب علم گزرے ہیں۔ اور نیز ان علما کا جو بعد میں ہوتے ہیں۔

نوٹ: حضرت امام ابو عیلی ترمذی کا یہ فتویٰ کافی شافی ہے۔ اگر شیعہ متکلمین میں ذرّہ بھر انصاف ہے تو آئندہ کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے کی نسبت امام مالک کی طرف نہ کریں گے۔ اور نہ ہی عمل اہل مدینہ کا اس سلسلہ میں ذکر کریں گے۔

اجماع اہل مدینہ

دیکھو عمدۃ القاری شرح بخاری جلد پنجم صـ۲۷۹

الاصل الوضع فعندنا یضع وبه قال الشافعی واحمد واسحاق وعامة اھل العلم وھو قول علیؓ وابی ھریرةؓ و	اصل قاعدہ تو نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر رکھنے کا ہے۔ پس ہمارے نزدیک دائیں کو بائیں پر رکھے اور یہی کہا امام شافعیؒ نے امام احمدؒ نے اور امام اسحاقؒ نے اور

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے کھلے ہاتھوں نماز پڑھتے ہوا۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا حضرات خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے پیچھے دست بستہ نماز پڑھنا تواظہر من الشمس ہے۔ علمائے شیعہ پر حیرانی ہوتی ہے کہ جب ماننے پر اور اپنی فاسد غرض کی وجہ سے تسلیم کرنے پر آتے ہیں تو ابن القاسم کی ایک روایت کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ جس کی صحیح سند بھی دنیا میں موجود نہیں ہے۔ اور جب انکار کرنے کا دورہ پڑتا ہے تو تحریف قرآن کی زائداز دو ہزار احادیث آئمہ کو شیر مادر سمجھ کر پی جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ متواتر احادیث تحریف قرآن پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں۔ امام مالک سے یہ ایک ہی روایت ہے جو ابن القاسم کی راہ سے بیان کی جاتی ہے۔ چاہے یہی ایک روایت دس کتابوں سے پیش نہ ہائے۔ ایک ہی ہوگی روایت میں تو کثرت نہیں آجائے گی۔ ہمارے شیعہ بھی عجیب ہیں۔ کہ ایک روایت کو بہت سی کتابوں میں پیش کر کے سمجھتے ہیں کہ روایات متعدد ہوگئیں۔

---

۵۸ — ہم — ۱

۱۵ / جون ۱۹۵۸ء

علی اظہر شیعی اپنی کتاب ارسال الیدین کے صفحہ ۴ پر لکھتے ہیں۔ دوسرا جملہ درابطال دلائل مخالفین۔ اس عنوان کے ماتحت اہل سنت کے دلائل تحریر کئے ہیں۔ اور ساتھ ساتھ تردید بھی کردی ہے فرماتے ہیں۔ اہل سنت کی سب سے عمدہ دلیل اس بارے صحیح بخاری کی روایت ہے جو درج ذیل ہے۔

باب وضع الیمنیٰ علی الیسریٰ فی الصلوٰۃ حدثنا عبد اللہ بن سلمۃ عن مالک عن ابی حازم عن سہل بن سعد قال کان الناس یؤمرون ان یضع الید الیمنیٰ علیٰ ذراعہ الیسریٰ فی الصلوٰۃ وقال ابو حازم لا اعلمہ الا یمنی۔ ذالک الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ قال اسماعیل ینمیٰ ذالک ولم یقل ینمی۔

اس باب میں نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر رکھنے کا ثبوت ہے حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن سلمۃ نے وہ روایت کرتے ہیں امام مالک سے وہ ابوحازم سے وہ سہیل بن سعد سے کہا سب مسلمانوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں داہنا ہاتھ بائیں پر رکھا کریں اور ابوحازم کہتا ہے۔ میں تو یہی جانتا ہوں کہ سہل بن سعد اس حدیث کو آنحضور کی طرف نسبت کرتے تھے اسماعیل کہتا ہے کہ اس حدیث میں صیغہ مجہول ہے معروف نہیں ہے۔

اس روایت پر چند اعتراضات وارد ہوتے ہیں اول یہ کہ اس حدیث کی سند میں عنعنہ ہے اور اہل سنت کے نزدیک حدیث معنعن صحیح نہیں ہوتی کیونکہ صحیح میں اتصال ضروری ہے۔ اور حدیث عن عن والی میں کوئی اتصال ضروری نہیں ہوتا لہٰذا یہ حدیث حکم صحت سے خارج ہے اور بغیر صحت کے استدلال جائز نہیں ہے۔ دوم یہ حدیث مجمل ہے اس لئے کہ اس حدیث سے معلوم نہیں ہوتا کہ یہ حکم قیام کا ہے یا قعود کا ہے اس

لئے حافظ ابن حجر کو اس حدیث میں فی حال القیام کا لفظ بڑھانا پڑا سوم اس حدیث میں ابہام ہے کوئی پتہ نہیں چلتا کہ حکم دینے والا کون ہے کس کا حکم ہے؟ اسی لئے حافظ ابن حجر کو لکھنا پڑا کہ هٰكَذَا حُكْمُهُ الرَّفْعُ لِاَنَّهُ مَحْمُوْلٌ عَلٰى اَنَّ الْاٰمِرَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

یعنی یہ حدیث حکم میں مرفوع حدیث کے ہے کیونکہ صحابہ کرام کو حکم دینے والا سوائے نبی کے کون ہو سکتا ہے۔

اللہ یار خان سنی: جواب اعتراض یہ ہے کہ اہل سنت کے نزدیک حدیث معنعن صحیح ہوتی ہے۔ عن عن والی حدیث کے بارے علی اظہر صاحب کا ارشاد کہ یہ حدیث اہل سنت کے نزدیک صحیح نہیں ہوتی سفید جھوٹ ہے اگر اس تہمت کے لئے کوئی وجہ جواز ہوتی تو علی اظہر صاحب ضرور اس کا ثبوت بہم پہنچائے دعویٰ تو کر دیا مگر ثبوت سے پہلو تہی کر گئے اسناد معنعن کے بارے اہل سنت کی وہ ہی تحقیق ہے جس کو علامہ شبیر احمد عثمانی فتح الملہم کے مقدمہ میں تحریر فرما گئے ہیں۔

الاسناد المعنعن وهو قول الرّاوی فلان عن فلان قيل انّه مرسل والصحيح الّذی عليه العمل وقاله الجماهير من اصحاب الحديث والفقه والاصول انّه متصل بشرط انّ يكون المعنعن بالكسر مدلسا وبشرط امكان لقاء بعضهم بعضا وادّعی مسلم	ترجمہ:۔ اسناد معنعن وہ ہے جس میں راوی لفظ عن کو استعمال کرے کہا گیا ہے کہ حدیث مرسل ہوتی ہے لیکن صحیح بات وہ ہی ہے جس پر امت کا عمل ہے اور جس کا قول کیا ہے بڑی بھاری جماعت نے محدثین اور فقہا اور اصولیوں میں سے کہ یہ حدیث متصل ہوتی ہے بشرطیکہ یہ کارروائی کرنے والا مدلس نہ ہو۔ بشرطیکہ لفظ عن کے نیچے آنے والے

اجماع العلماء قديما و حديثا على ان الحديث المعنعن محمول على الاتصال والسماع اذا امكن لقاء من اضيفت العنعنة بعضهم بعضا مع برائتهم من التدليس ۔	ایک دوسرے سے ملاقات کر سکتے ہیں اور امام مسلم نے تو دعویٰ کیا ہے کہ تمام متقدمین اور متاخرین علماء کا اتفاق ہے اس بات پر کہ عن عن والی حدیث میں اتصال اور سماع ضرور ہوتا ہے جبکہ وہ ایک دوسرے سے ملاقات کر سکتے ہوں اور تدلیس کے عیب سے بھی پاک ہوں ۔

نوٹ : اب واضح ہوگیا کہ علی اظہر صاحب شیعی اس حدیث پر عن عن کی وجہ سے جو اعتراض ہے وہ کوئی چیز نہیں اور اس قسم کی حدیث کو غیر صحیح کہنا اور پھر اہل سنت کی طرف اس بات کی نسبت کرنا سراسر جھوٹ ہے ۔

جواب اعتراض دوم : چونکہ رکوع اور سجود اور قعدہ اولیٰ اور قعدہ اخیر اور قومہ اور جلسہ میں کوئی شخص ہاتھ باندھتا نہیں اور نہ ہی ان مواضع میں کسی قسم کا اختلاف ہے اس لئے ظاہر ہے کہ حالت قیام کے بارے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے حافظ ابن حجر نے جو قید ظاہر کی ہے وہ اتفاقی ہے احترازی نہیں ہے شاید علی اظہر صاحب کے علم میں تمام قیود احترازی ہی کہا کرتے ہیں ۔

جواب اعتراض سوم : حکم کرنے والے کا ابہام بھی جناب سید علی اظہر صاحب لکھنوی ہی کا حصہ ہے صحابہ کرام جب کہتے ہیں کہ ہمیں حکم ملا تو بالکل ظاہر ہے کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حکم ملا۔ اسی طرح جب یہ لوگ کہتے ہیں کہ صحابہ کو یہ حکم دیا جاتا تھا تو بالکل ظاہر ہے کہ یہ حکم آنحضور ہی کا نیز نماز میں ہاتھ باندھ لینا یا کھلے رکھنا یہ ایک شرعی امر ہے۔ اور شرعی امور میں ظاہر ہے کہ خدا کا رسول

ہی حاکم ہوتا ہے کسی اور کا تصور بھی غلط ہے۔ پس اس حدیث کے مفہوم میں کسی قسم کا ابہام نہیں ہے ہاں اگر البتہ مصنف کتاب ارسال الیدین کے ذہن میں ابہام واقع ہو گیا ہے۔ تو یہ ان کے اپنے ذہن کا قصور ہے۔ حدیث شریف کا کوئی قصور نہیں ہے۔

علی اظہر شیعی اپنی کتاب ارسال الیدین کے صد ۴۲ پہ لکھتے ہیں نیز اگر حکم دینے والے رسول خدا ہوں تو امر وجوب کے لئے ہوتا ہے پس نماز میں ہاتھ باندھنا فرض ہونا چاہیئے۔ حالانکہ کوئی سنی نماز میں ہاتھ باندھنے کو فرض نہیں لکھتا۔ نیز اس صورت میں امام مالک مخالف رسول ہوگا کیونکہ اس کا مذہب کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے کا ہے۔

اللہ یار خان سنی: امر ہمیشہ وجوب اور فرضیت کے لئے نہیں ہوتا بلکہ گاہے استحباب اور گاہے اباحت کے لئے بھی آتا ہے جیسا کہ احادیث مسواک میں امر کے صیغے استحباب کے لئے آئے ہیں اور مسئلہ شکار میں اباحت کے لئے آئے ہیں جیسا کہ فاصطادوا یعنی احرام سے فارغ ہو جاؤ تو شکار کر لیا کرو۔ اس آیت میں امر کا صیغہ ہے اور آج تک کسی اہل علم نے احرام سے فراغت پر شکار کے واجب ہونیکا حکم نہیں دیا ہے امام مالک کے مذہب کی تحقیق سابقہ صفحات میں گذر چکی ہے ہم نے دلائل قاہرہ سے ثابت کر دیا ہے کہ حضرت امام مالک کا مذہب وہی ہے جو آج ان کی مشہور عالم کتاب مؤطا میں درج ہے اور وہ ہے دست بستہ نماز پڑھنے مسنون ہونا اس واسطے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

علی اظہر شیعی: نے اپنے رسالہ ارسال الیدین صد ۴۶ پر لکھا ہے کہ ابوحازم نے جو فرمایا ہے کہ میں تو یہی جانتا ہوں کہ اس بات کو سہیل بن سعد نے خدا کے رسول کی طرف منسوب کیا ہے تو معلوم ہوا کہ ابوحازم کو اس حدیث کے مرفوع ہونے میں شک ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے بھی اس شک کی طرف اشارہ کیا ہے دیکھو فتح الباری صد ۱۹۲/۲ ۔

اللہ یار خاں سنی:۔ سبحان اللہ تعصب اور عناد بھی عجیب چیز ہے حافظ ابن حجر صاحب نے جہاں سوال لکھا ہے وہاں ہی جواب بھی لکھ دیا ہے مگر شیعی مصنف سوال کا ذکر کرتے ہیں اور جواب کو ہضم کر جاتے ہیں۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ اس جواب کا خلاصہ یہاں نقل کر دیں۔ حافظ ابن حجر صاحب کا ارشاد ہے کہ اگر حضرت ابو حازم کی زبان سے یہ فقرہ صادر نہ ہوتا تو یہ حدیث حکم مرفوع میں تھی کیونکہ صراحۃً آنحضور کا اسم شریف مذکور نہ تھا مگر چونکہ آپ کے علاوہ صحابہ کرام کے زمانے میں کوئی اور نہ تھا۔ اس لئے بات حضور ہی کی تھی پس اصطلاح محدثین میں یہ حدیث حکمی مرفوع تھی۔ یعنی مرفوع کے حکم میں داخل تھی۔ لیکن جب ابو حازم راوی نے اپنا یقین ظاہر کیا اور آنحضور کے اسم مبارک کی وضاحت کر دی تو یہ حدیث مرفوع بن گئی پس ابو حازم کا یہ فقرہ کسی شک کے لئے نہیں ہے بلکہ حدیث کے مرفوع ہونے کو مضبوط بنانے کے لئے ہے"۔ سمجھ کے بھی عجیب عجیب پھیر ہوتے ہیں ابو حازم نے جو کارروائی کی تھی وہ تو حدیث کے مرفوع ہونے کے لئے تھی۔ مگر مصنف رسالہ رسال الیدین ہیں کہ حضرت ابو حازم کی تقریر کو شک پیدا کرنے کے لئے نامزد فرما رہے ہیں

(ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا)

اگر حضرت ابو حازم خاموش رہتے تب بھی یہ حدیث حکماً مرفوع تھی کیونکہ صحابہ کرام کو اور کون ہے جو حکم دے اور جب حضرت ابو حازم نے وضاحت کر دی کہ یہ حدیث مرفوع ہے تو اس صورت میں یہ حدیث مرفوع ہو گئی نہ کہ موضوع۔

علی اظہر شیعی نے ارسال الیدین صد ۳۶ تا ۱۴۰ اہلبیت کی حجیت پر ملامعین کی ایک عبارت نقل کی ہے۔

اور میرا عقیدہ یہ ہے کہ اہل بیت	ومما اعتقدہ حجیۃ
نبوت کا عمل اور اجماع قطعی حجت	اجماع اھل بیت النبوۃ

رضی اللہ عنہم و عملہم	ہے اور میرے اور ہر منصف کے نزدیک
وھو عندی وعند کل منصف	یہ اجماع بہ نسبت تعامل اہل مدینہ کے
اقوی من عمل اھل المدینۃ	زیادہ قوی ہے۔

اللہ یار خان: ۔ مولوی صاحب نے پورے چار صفحے سیاہ کر دیئے مگر کام کی بات ایک بھی نہ کہی ہے دے کے آپ نے جو چیز پیش کی وہ ملامعین کی تحقیق ہے قبل ازیں الفاروق کے صفحات میں قارئین ۱۸ عدد دلائل پڑھ چکے ہیں اور صاحب دراسات ملا معین رافضی ہیں آپ کے رفض وبدعت کا انکار وہی کرے گا جو حقیقت حال سے بے خبر ہو مولوی صاحب کے لئے اس سے تو بہتر یہ تھا کہ اصول کافی یا من لا یحضرہ فقیہ کی کوئی عبارت نقل کرتے۔ یا پھر احتجاج فاضل طبرسی سے استدلال کرتے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ اجماع اہل مدینہ کو جو حجت قرار دیا گیا ہے تو اس سے مراد صرف صحابہ کرام کی جماعت ہے۔ عام اہلِ مدینہ مراد نہیں ہیں تاکہ آج کل کے باشندے بھی اس میں داخل ہو جائیں۔ اور ہر عقل مند آدمی جانتا ہے کہ صحابہ کرام کے لقب میں اہلبیت عظام بھی داخل ہیں۔ صحابہ کرام سے اہل بیت عظام کے ممبروں کو خارج کرنا جہالت کی بدترین مثال ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اہل بیت کو صحابہ کرام سے خارج جانتا ہے۔ وہ صحابی کے معنی ہی سے بے خبر ہے باقی رہا صرف اہل بیت کا اجماع تو اس کو حجت قرار دینے میں شیعہ لوگ منفرد ہیں جیسا کہ ارشاد الفحول صد ۸۳ پر موجود ہے۔

وذھب الجمھور ایضا	ترجمہ: ۔ جمہور علماء کا عقیدہ یہ ہے کہ
الی ان اجماع العترۃ وحدھا	صرف اہل بیت کا اجماع شرعی حجت
لیس بحجۃ وقالۃ الزیدیۃ	نہیں ہے اور زیدیہ اور امامیہ نے اسکو
والامامیۃ ھو حجۃ واستدلوا	حجت شرعی تسلیم کیا ہے۔ اور آیت

بقولہٖ تعالیٰ انّما یرید اللہ لیذھب عنکم الرّجس اھل البیت الخ و اخفاء رجس فوجب ان یکونوا مطھرین عنہ واجیب عنہ بانّ سیاق الایۃ یغیہ انّہ فی نسائہٖ صلے اللہ علیہ وسلّم۔

الیٰ ان قال لایخفیٰ علیک انّ کون الخطأ رجسا لا یدلّ علیہ لغۃ ولا شرع فان معناہ فی اللغۃ القذر ویطلق فی الشرع علی العذاب کما فی قولہٖ سبحانہٗ انّہ قد وقع علیکم من رّبّکم رجسٌ وغضبٌ وقولہٖ من رجز الیم والرّجز ھو الرجس و استدلوا بقولہٖ قل لا اسئلکم علیہ

تطہیر سے استدلال کیا ہے۔ صورت استدلال کی یوں ہے کہ غلطی کر جانا گناہ ہوتا ہے۔ پس واجب ہوگیا کہ اہل بیت خطاکاری سے پاک ہوں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آیت تطہیر کا ماقبل بتا رہا ہے کہ اس آیت میں آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کا ذکر ہے نیز خطا کو شریعت نے رجس قرار دیا ہے نہ لغت نے کیونکہ لغت میں گندگی کو رجس کہتے ہیں اور شریعت میں عذاب کو رجس کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتے ہیں:

قد وقع علیکم من ربکم رجس وغضب۔

اور اسی طرح من رجز الیم۔

اور رجس اور رجز ایک ہی چیز ہے۔ اور شیعہ علماء نے آیت مودت قربیٰ سے بھی استدلال کیا ہے اس کے علاوہ بہت سی احادیث سے بھی استدلال کیا ہے یہ آیت اور احادیث اہل بیت کی

اجر الا المودة في القربىٰ - وباحاديث كثيرة جدًا تشتمل علىٰ مزيد شرف فيهم وعظيم فضلهم ولا دلالة فيها علىٰ حجية قولهم وقد البعد من استدل علىٰ ذالك -

فضیلت اور شرافت پر تو دلالت کرتی ہیں لیکن ان کے اقوال کے شرعی حجت پر دلالت نہیں کرتیں اور جس شخص نے آیت فضیلت سے اقوال عترت کی حجیت پر استدلال کیا ہے وہ حق انصاف سے دور چلا گیا ہے۔ افسوس ہے کہ شیعہ آج تک نہ بتا سکے کہ آل رسول کون ہیں اور اہل بیت رسول سے کیا مراد ہے؟ شیعہ کا عموماً اور مولوی علی اظہر صاحب شیعی کا خصوصاً فرض تھا کہ سب سے پہلے آل رسول اور اہل بیت کے افراد کی تعین فرماتے۔

پھر ہم سے اقوال عترت کی بابت کچھ سنئے۔

اگر بنظر امعان دیکھا جائے تو شیعہ کے یہاں اہل بیت بارہ اشخاص میں بند ہیں جو صحابہ کرام کے مقدس زمانے میں سوائے علیؓ اور حسنینؓ کے پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ پس ان کی اجماع کی کیا صورت ہو سکتی ہے جبکہ ان کا اجماع ایک زمانے میں ممکن نہیں۔

علی اظہر لکھنوی شیعی۔ ارسال الیدین ص۱۴ تا ص۱۴ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کھلے ہاتھوں نماز پڑھا کرتے تھے دیکھو فروع کافی جلد اول ص۱۱

فقام ابوعبداللّٰه علیہ ترجمہ:۔ پس حضرت امام جعفر صادق

رضی اللہ تعالےٰ عنہ قبلہ رو ہو کر کھڑے ہو گئے پھر دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں پر چھوڑ دیا اور ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں ملالیا اور دونوں پاؤں کو ایک دوسرے کے قریب کر دیا یہاں تک کہ دونوں پاؤں کے درمیان صرف تین انگلیوں کی مقدار فاصلہ رکھا"

السلام یستقبل القبلۃ منتصبا فارسل یدیہ جمیعا علی فخذیہ قد ضم اصابعہ وقرب بین قدمیہ حتیٰ کان بینھا قدر ثلاث اصابع۔

حضرت امام جعفر صادق کی مندرجہ بالا حدیث میں غور کرو کس صفائی سے کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے کا طریقہ بیان فرمار ہے ہیں یہ ہے اہل بیت کا اجماع ۔

حضرت اللہ یار خاں: ایک حضرت امام جعفر صادق کی نماز نقل کر دینے سے اجماع اہل بیت کیسے ثابت ہو سکتا ہے، دوسری عرض یہ ہے کہ جس کتاب سے یہ حدیث نقل کی جا رہی ہے ۔وہ خاص شیعہ کی کتاب ہے اس لئے یہ نقل اہل سنت پر حجت نہیں ہو سکتی۔ تیسری عرض یہ ہے کہ اس روایت کے راوی علمائے رجال شیعہ کے نزدیک کذاب اور وضاع ہیں اس لئے یہ حدیث شیعہ پر بھی حجت نہیں ہے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ شیعہ اصول میں طے ہو چکا ہے کہ حضرت امام مہدی کے ظہور سے پہلے پہلے تمام زمانہ وجوب تقیہ کا ہے پس عقل انسانی باور نہیں کرتی کہ حضرت امام جعفر صادق نے تقیہ ترک کر دیا ہو۔ اور کھلے ہاتھوں نماز ادا فرمائی ہو۔ پس وجوب تقیہ اور ارسال الیدین آپس میں دونوں متضاد باتیں ہیں ۔ اگر حضرت امام جعفر صادق نے کھلے ہاتھوں نماز ادا کی تو وجوب تقیہ کا مسئلہ موضوع ثابت ہو چکا اور اگر آپ نے وجوب تقیہ پر عمل فرمایا اور دست بستہ نماز پڑھی ہے تو ارسال الیدین کی یہ روایت موضوع اور من گھڑت ثابت

ہو چکی ہے۔

مالو نہ مانو جان جہاں اختیار ہے
ہم نیک بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

جامع الرواۃ شیعہ اسمائے رجال کی بڑی معتبر کتاب ص۴۶ پر تحریر ہے۔

عن عدّة من اصحابنا قال کان ابو عبد اللّٰہ علیہ السلام یقول ما وجدت احداً یقبل وصیتی وبایع امری الا عبد اللّٰہ بن ابی یعفور۔

ترجمہ "ہمارے اساتذہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے۔ عبد اللہ بن یعفور کے علاوہ میں نے کوئی کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ پایا جو میری وصیت قبول کریں۔ اور میرا حکم مانے۔"

حضرت امام جعفر صادق کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ کے ملنے والوں میں سے صرف عبد اللہ بن یعفور ہی قابل اعتماد تھا۔ باقی سب کے سب بے اعتبار تھے۔ اور فروع کافی دیکھنے والے جانتے ہیں کہ کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے کی روایات میں کوئی حدیث بھی ایسی نہیں جو عبد اللہ بن یعفور سے روایت کی گئی بلکہ مذکورہ بالا حدیث جس کو علی اظہر نے سنداً پیش کیا ہے وہ حماد سے مروی ہے اس لئے حسب قواعد شیعہ غلط اور باطل تصور کی جائے گی۔

حضرت علی المرتضٰے کرم اللہ وجہہ کی نماز

کتب اہل سنت والجماعت کے مطالعہ سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ ہمیشہ دست بستہ نماز پڑھا کرتے تھے۔ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم سے جو حدیث دستہ بستہ نماز پڑھنے کی آئی ہے وہ بھی حضرت علی المرتضٰے کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے اس لئے جو لوگ کتب اہل سنت پر نظر رکھتے ہیں

ان کے یہاں حضرت علی کی نماز کی کیفیت میں کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہیں ہے چونکہ آپ دست بستہ نماز پڑھنے کی حدیث کے راوی اول ہیں اس لئے ممکن نہیں کہ آپ کھلے ہاتھوں نماز پڑھیں اب ہم کتب شیعہ سے ثابت کریں گے۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ دست بستہ نماز پڑھتے تھے مگر اس مسئلہ کو تحقیق کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ ایک قانون کو ذہن نشین کرلیں وہ قانون یہ ہے کہ حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ کے مقدس زمانہ سے لیکر حضرت امام محمد باقر کے زمانہ تک شیعہ مذہب کے اصول و فروع تو کوئی نہیں جانتا تھا۔

۱۵ اگست ۱۹۵۸ء

حتیٰ کہ اس زمانہ میں نماز شیعہ کی کسی کو خبر نہ تھی دیکھو اصول کافی مطبوعہ نول کشور ص ۳۶۹

وَكَانَ الشِّيعَةُ قَبْلَ اَنْ يَكُوْنَ اَبُوْجَعْفَرٍ وَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ مَنَاسِكَ حَجِّهِمْ وَحَلَالَهُمْ وَحَرَامَهُمْ حَتّٰى كَانَ اَبُوْجَعْفَرٍ فَفَتَحَ لَهُمْ وَبَيَّنَ لَهُمْ مَنَاسِكَ حَجِّهِمْ وَحَلَالَهُمْ وَحَرَامَهُمْ حَتّٰى صَارَ النَّاسُ يَحْتَاجُوْنَ اِلَيْهِمْ مِنْ مَا كَانُوْا يَحْتَاجُوْنَ اِلَى النَّاسِ۔

ترجمہ:۔ حضرت امام باقر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ سے پہلے کے شیعہ اس حال میں تھے۔ کہ حج کے دستور نہ جانتے تھے اور حلال اور حرام کے شرعی اصول سے بے خبر تھے یہاں تک کہ حضرت امام باقرؒ نے آکر مناسک حج بیان کئے اور حلال و حرام کے چہرہ سے پردہ اٹھایا۔ پھر آخر وہ وقت آگیا کہ دوسرے لوگ شیعہ سے مسائل دریافت کرنے لگے جس طرح وہ اور قبل ازیں شیعہ لوگ اہلسنت سے

دریافت کیا کرتے تھے۔"

معلوم ہوا کہ حضرت علی اور حضرت حسن اور حضرت حسین اور حضرت زین العابدین رضوان اللہ علیہم کے مقدس زمانوں میں شیعہ مذہب کی کسی فرد بشر کو خبر نہ تھی۔ پس جب شیعہ کسی کو خبر نہ تھی تو نماز شیعہ جو کھلے ہاتھوں پڑھی جاتی ہے اس کے دنیا میں موجود ہونے کی کوئی صورت ہی نہیں۔ اب علی اظہر صاحب خصوصاً اور شیعہ علماء عموماً سوچ کر جواب دیں کہ مذکورہ بالا آئمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جن کے پہلے حضرت علیؓ ہیں اور آخری زین العابدین ہیں کیا ان بزرگوں نے کھلے ہاتھوں نماز پڑھی ؟ اور کیا یہ بات ممکنات میں سے ہے۔؟ ہرگز نہیں پس ثابت ہوگیا کہ حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ تعالیٰ عنہٗ اور حضرت امام حسن مجتبےٰ اور حضرت امام حسین شہید کربلا اور حضرت سید الساجدین امام زین العابدین رضی اللہ تعالےٰ عنہم ان چاروں بزرگوں نے دست بستہ نماز پڑھی ہے اور اہل سنت کے مقتدا یہی بزرگ ہیں۔ اس کے بعد خود بخود واضح ہوجاتا ہے کہ حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما سے جو کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے کی روایات وارد ہوئی ہیں وہ سب کی سب موضوعات اور من گھڑت ہیں۔

علی اظہر ارسال الیدین صہ۲۹ پر یوں رقم فرماتے ہیں۔

علمائے اہل سنت نے اگرچہ اختلاف کیا ہے کہ عمل اہل مدینہ حجت ہے یا کہ نہیں مگر اس سے کسی کو انکار نہیں کہ اہل مدینہ کا عمل یہی تھا کہ وہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ عمل ان کا مطابق رسول ہے کیونکہ حضرت کو سب نے یوں ہی نماز پڑھتے دیکھا تھا لہٰذا وہ بھی اسی طرح پڑھا کرتے تھے تو اب اس کے خلاف عمل کرنا دیدہ دانستہ اپنی نماز کو مخالف عمل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بنانا ہے کیونکہ یوں تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اہل مدینہ کا عمل خلاف رسول تھا۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ تمام اہل مدینہ صحابہ کرام وتابعین کا عمل یہی تھا کہ وہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے کیونکہ امام مالک اس کو عمل اہل مدینہ کہتے ہیں اور عمل اہل مدینہ اس وقت کہا جا سکتا ہے کہ سب کا یہی عمل ہو" بلا اختلاف" کیونکہ درصورت اختلاف عمل اہل مدینہ نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ عمل بعض اہل مدینہ کہا جائے گا تو اب بدیہی طور سے ثابت ہوا کہ عمل اہل مدینہ امام مالک کے زمانہ تک بلا اختلاف یہی تھا کہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے۔ اسی استدلال امام مالک سے اس حدیث کی حالت ظاہر ہوئی جو ہاتھ باندھنے کے متعلق بیان کی جاتی ہے کہ وہ کیسی ہے کیونکہ اس روایت کی موجودگی میں بھی صحابہ اور سائر اہل مدینہ کا عمل یہی تھا کہ وہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے تو اب وہ احتمال ہو سکتے ہیں اول یہ کہ تمام صحابہ اور اہل مدینہ معاذ اللہ عمل رسول کی مخالفت کرتے تھے دوئم یہ کہ ہاتھ باندھنے کے بارے میں جو حدیث ہے وہ موضوع ہے۔

اللہ یار خان:۔ جناب علی اظہر صاحب کو معلوم تھا کہ اہل سنت والجماعت کے ہاں مطلقاً تعامل اہل مدینہ حجت نہیں ہے بنا برایں۔ وہ مجبور تھے کہ اختلاف اہل سنت بیان کرتے اسی لئے انہوں نے لکھ دیا کہ اگرچہ اہل سنت کا اس میں اختلاف

ہے کہ اجماع اہل مدینہ حجت ہے بات دراصل یہ ہے کہ علمائے اہل سنت کے نزدیک مطلق اجماع اہل مدینہ حجت نہیں ہے۔ بلکہ ان کے ہاں جو حجت ہے وہ اجماع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا اجماع و تعامل حجت قوی ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ اور بعد والوں کا مذہب ہے۔

علامہ شوکانی ارشاد الفحول مصری ص۸۱ پر یوں لکھتے ہیں۔

البحث السابع اجماع الصحابة حجة بلاخلاف وقد ذهب الى اختصاص حجية الاجماع باجماع الصحابة داؤد الظاهري وهو ظاهر كلام ابن حبان في صحيحه وهذا هو المشهور عن الامام احمد بن حنبل فانه قال في رواية ابي داؤد عند الاجماع ان يتبع ما جاء عن النبي صلى الله عليه وسلم وعن اصحابه وهو في التابعين مخير وقال ابوحنيفه اذا اجتمعت الصحابة على شئ سلمناه واذا اجمع التابعون زاحمناهم۔

ترجمہ: ساتویں بحث اجماع صحابہ کرام حجت ہے بغیر کسی اختلاف کے داؤد ظاہری کے نزدیک حجیت اجماع صحابہ کرام کے اجماع سے مختص ہے اور ابن حبان کے کلام سے بھی یہی بات ظاہر ہوتی ہے جو اس نے اپنی صحیح میں لکھا ہے اور امام احمد ابن حنبل سے بھی یہی مشہور ہے انہوں نے ابی داؤد کی روایت میں فرمایا کہ اجماع میں شرط یہ ہے کہ یہ اس چیز کی اتباع کی جائے جو نبی کریم صلعم سے منقول ہوئی ہو یا صحابہ کرام سے اور تابعین کے بارے میں وہ اختیار دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ جس حکم پر صحابہ کرام اجماع کریں وہ حجت ہے اس لئے ہم تسلیم کرتے ہیں اور اگر تابعین اجماع کریں تو ہم مقابلہ کرینگے

اسی ارشاد الفحول مصری صہ۸۲ پر علامہ شوکانی کا ارشاد ہے۔

وقال ابن وهب ذهب داؤد واصحابنا الیٰ ان الاجماع انما هو اجماع الصحابة فقط وهو قول لا یجوز خلافه لان الاجماع انما یکون عن توقیف والصحابة هم الذین شهدوا التوقیف۔ (ارشاد الفحول)

ترجمہ: ابن وہب فرماتے ہیں کہ داؤد اور ہمارے اساتذہ کا قول ہے کہ جو اجماع حجت ہے وہ صرف صحابہ کرام ہے اور وہ ایسا حکم ہے جس کی مخالفت جائز نہیں ہے اس لئے کہ اجماع توقیف سے ہے اور توقیف کو صرف صحابہ کرام نے ہی اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

نوٹ: ان دونوں روائتوں سے واضح ہوگیا کہ اجماع صحابہ کرام کے سوا کوئی اجماع حجت نہیں ہے۔ نیز یہ بات بھی روز روشن کی طرح نظر آگئی کہ امام احمد ابن حنبل اور امام ابوحنیفہ کا یہی مذہب تھا۔ رہے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سوان کا مذہب بھی اسی
"ارشاد الفحول کے صہ۸۲ پر منقول ہے"

قال الشافعی اذا وجدت متقدمی اهل المدینة علیٰ شیٔ فلا یدخل شك فی قلبك انه الحق وكلما جاءك شیٔ غیر ذالك فلا تلتفت الیه ولا تعبا به

امام شافعی فرماتے ہیں کہ جب وقت متقدین اہل مدینہ کو تو کسی چیز پر متفق پائے پس اس کے حق ہونے کے متعلق تیرے دل میں شک بھی نہ پیدا ہو یہ حق نہیں ہے اور اگر کوئی حکم اس کے خلاف آئے تو اس کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اور اسے لایعبا بہ خیال کر

نوٹ۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے امام احمد ابن حنبل اور امام

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے قول کی تصدیق فرما دی اور واضح کر دیا کہ اجماع صحابہ کرام میں حجت ہے اور بس۔

اجماع اهل مدينة على انفرادهم ليس بحجة عند الجمهور لانهم بعض الامة - ارشاد الفحول ۸۲

جمہور علماء کرام کے نزدیک صرف اہل مدینہ کا اجماع حجت نہیں ہے اس لیے کہ وہ بعض امت ہیں۔

قال الزركشي وهذا صريح بان قائلين بذالك لم يعمّوه في كل عصر بل في الصحابة فقط - ارشاد الفحول ص۸۳

علامہ زرکشی نے فرمایا کہ یہ حکم صریح ہے کہ جو لوگ اجماع اہل مدینہ کے قائل ہیں انہوں نے ہر زمانے کے ساتھ اس کو عام نہیں کیا بلکہ اس سے صرف اجماع زمانہ صحابہ کرام مراد لیا ہے۔

اجماع اهل الحرمين مكة والمدينة واهل المصرين والبصرة والكوفة ليس بحجة لانهم بعض الامة

اور اجماع اہل حرمین یعنی اہل مکہ اور اہل مدینہ اور اہل مصرین یعنی اہل بصرہ و کوفہ حجت نہیں ہے کیونکہ یہ بعض امت ہیں ان تمام روایات معتبرہ سے واضح ہوگیا کہ اجماع صحابہ کرام کے بغیر کوئی اجماع حجت نہیں ہے جہاں اہل مکہ اور اہل مدینہ کا اجماع حجت نہیں وہاں اہل بصرہ اور اہل کوفہ کے اجماع کی کوئی قدر و قیمت اور وقعت نہیں ہے کیونکہ وہ بعض امت ہیں اور بعض امت کا اجماع قابل حجت نہیں ہے۔

نوٹ:۔ علامہ ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم کے ص۲۰۲ ج۲ مصری پر قال الدار وردی الخ نقل کر کے فرماتے ہیں کہ امام مالک کا بھی یہی خیال ہے۔ نیز علامہ ابن قیم اعلام الموقعین مطبوعہ دہلی کے ص۲۱۸ و ص۲۹۹ پر یوں فرماتے ہیں۔

اہل مدینہ کا عمل اس وقت تک معتبر تھا۔ اور حجت تھا جب تک صحابہ کرام کا مقر و قیامگاہ تھا اور جب صحابہ کرام مدینہ سے دوسرے شہروں میں تشریف لے گئے تو اس وقت ان شہروں کا عمل معتبر ہوگا۔ جہاں صحابہ کرام عمل کر رہے ہیں اس لئے کہ مدینہ کی گلیوں، دیواروں اور اینٹوں کا اعتبار نہیں ہے عمل تو سکان مدینہ ہی کا لیا جائے گا۔ اور وہ صحابہ کرام ہیں۔

فانھم شاھدوا التنزیل وعرفوا التاویل وظفروا من العلم بمالم یظفر بہ من بعدھم فھم المقدمون فی العلم علی من سواھم کما ھم المقدمون فی الفضل والدین وعملھم ھو العمل الذی لا یخالف۔

پس صحابہ کرام نے نزول قرآن کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور تاویل قرآن کو پہچانا اور علم پایا کہ بعد والوں نے ایسا علم نہ پایا اور صحابہ کرام مقدم ہیں علم میں باقی لوگوں پر جیسا کہ وہ مقدم ہیں فضیلت اور دین میں اور ان کا عمل ایسا ہے جس کی مخالفت نہیں کی جا سکتی۔

اس کے بعد جب صحابہ کرام باقی شہروں میں منتقل ہو گئے جن کی تعداد تقریباً تین صد کے قریب تھی جیسا کہ علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری ص ۲۹۳ ج ۱۳ پر فرماتے ہیں۔

وفضل المدینۃ ثابت لایحتاج الی اقامت دلیل خاص وانما المراد ھنا تقدیم اھلھا فی العلم علی غیرھم فان المراد بذالک تقدیمھم

فضیلت اہل مدینہ کی ثابت ہے جو کسی خاص دلیل کی محتاج نہیں ہے اور اس جگہ اہل مدینہ کی تقدیم سے مراد تقدیم علمی ہے۔ دوسروں پر تحقیق مراد اس سے تقدیم ان کی بعض

لبعض الاعصار وهو العصر
فی الذی کان فیه النبی صلی الله
علیه وسلم مقیما بها العصر
الذی بعده من قبل
ان یتفرق الصحابة فی
الامصار فلا شك تقدیم العصرین
المذکورین علی غیرهم
وهو الذی یستفاد من
الاحادیث وان کان المراد
استمرار ذالك لجمیع من
سکنها فی عصر فهو محل
النزاع ولا سبیل الی التعمیم
القول بذالك۔

زمانہ میں ہے یعنی جس زمانہ میں جناب
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم موجود تھے
مدینہ منورہ میں اور وہ زمانہ بھی مراد
ہے جس میں صحابہ کرام مدینہ سے منتقل
نہیں ہوئے تھے۔ دوسرے شہروں میں
بے شک دونوں زمانے باقی زمانوں
پر مقدم ہیں اور یہ وہ چیز ہے جو احادیث
سے مستفاد ہوتی ہے اور اگر مراد تمام
زمانہ ہو یعنی یہ فضیلت مدینہ استمراری
ہو۔ ان تمام لوگوں کے لئے جو بھی جس
زمانے میں مدینہ میں سکون پذیر ہوں تو
یہ بات محل نزاع ہے اور کوئی راستہ
نہیں کہ اس کو عام کیا جائے۔"

نوٹ:۔ ان حوالہ جات سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ اجماع صحابہ کرام ہی حجت ہے جس حکم پر بھی صحابہ کرام نے اجماع کیا وہی دین کی قوی دلیل ہوتی ہے بلکہ دین رسول وہی ہے اور اس کی مخالفت کفر جلی ہے مثلاً صحابہ کرام نے خلافت راشدہ پر اجماع کیا علی الترتیب یہ چاروں خلافتیں برحق ٹھہریں۔ اب ان کا انکار آپ خود ہی سمجھ لیں کہ کیا ہے۔ الفاروق کے سابقہ شماروں میں راقم الحروف یہ ثابت کر چکا ہے کہ تمام صحابہ کرام کا اجماع ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے پر تھا۔ نہ رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کھول کر نماز پڑھی اور نہ ہی کسی صحابہ رسول نے اور ہمارا دعویٰ ہے کہ کوئی

شیعہ دوست مولوی علی اظہر کی طرف سے یہ چیز پیش نہیں کر سکتا کہ کسی صحابی نے یا خود رسول پاک نے ہاتھ کھول کر نماز پڑھی۔

اب رہا امام مالک کا اجماع و عمل اہل مدینہ کو حجت فرمانا تو اس کے متعلق علامہ ابن قیم نے اعلام الموقعین مطبوعہ دہلی ص۲۹۸ ج اول پر فرمایا ہے۔

نحو ثلاث مائة صحابي وينيف قد انتقلوا من المدينة وتفرقوا في الامصار وهذا يدل على ان عمل اهل المدينة ليس عنده حجة لازمة لجميع الامة وانما هو اختيار منه لما رائى عليه العمل ولم يقل قط في مؤطا ولا غيره ولا يجوز العمل بغيره بل يخبر اخبارا مجردا ان هذا عمل اهل المدينة ط

"تین سو سے زیادہ صحابہ کرام مدینہ منورہ سے باقی شہروں میں منتقل ہو گئے تھے اور الگ شہروں میں چلے گئے تھے یہ بات دلالت کرتی ہے کہ عمل اہل مدینہ امام مالک کے نزدیک حجت نہیں ہے تمام امت کے لئے جب امام مالک نے اہل مدینہ کو کوئی عمل کرتے دیکھا تو اس کو اختیار کر لیا۔ اور امام مالک نے کسی دوسری کتاب میں ہرگز نہیں فرمایا کہ عمل اہل مدینہ کے خلاف کوئی عمل جائز نہیں ہے بلکہ امام مالک نے تو صرف اس بات کی خبر دی ہے کہ اہل مدینہ یوں عمل کرتے تھے۔"

نوٹ:۔ اس روایت سے شمس نصف النہار کی طرح یہ بات واضح ہو گئی کہ امام مالک کے نزدیک بھی سوائے صحابہ کرام کے اجماع کے کسی کا اجماع حجت نہیں ہے۔ لوگوں کو امام ممدوح کے ایک قول سے غلطی لگی

جس میں انہوں نے صرف یہ خبر دی تھی کہ اہل مدینہ یوں عمل کیا کرتے تھے امام مالک نے کہیں بھی یہ نہیں فرمایا اور کسی سے یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ تمام اہل مدینہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے۔

"اہل مدینہ سے امام مالک کی مخالفت"

علامہ شوکانی نے ارشاد الفحول صہ ۸۲ پر یوں بیان فرمایا ہے۔

ويشكل على ما روى عن مالك من حجية اجماع اهل المدينة على انّ البيع بشرط البراءة لا يجوز ولا يبرئ من العيب اصلا علمه او جهله ثمّ خالفهم فلو كان يرى ان اجماعهم حجة لم تسمح مخالفته

"امام مالک سے جو روایت بیان کی گئی ہے کہ اجماع اہل مدینہ حجت ہے اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ بیع بشرط براءۃ عن العیب بالکل جائز نہیں ہے، مشتری اس عیب کا علم رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو پھر امام مالک اہل مدینہ کے مخالف ہو گئے ہیں۔ اس بیع میں پس اگر امام مالک اہل مدینہ کے عمل اور اجماع کو حجت جانتے تو اس اجماع میں مخالفت نہ کرتے"

"حضرت امام مالک اہل مدینہ کے اس عمل کو حجت جانتے ہیں جو حدیث رسول سے ثابت ہو"

قال الباجي انما اراد ذالك بحجية اجماع اهل المدينة فيما

" قاضی باجی نے کہا ہے کہ امام مالک کی مراد اجماع اہل مدینہ کے حجت ہونے سے یہ ہے کہ جس کے لئے

كان طريقته النقل المستفيض كالمد والصاع والآذان والاقامة وعدم وجوب الزكوة في الخضروات مما تقتضي العادة بان يكون في زمن النبي فانه لو تغير عما كان عليه لعلم قال الابهري من اصحاب مالك انما

حدیث مشہور رسول خدا ہو جیسا مد صاع اذان، اقامت اور زکوٰۃ کا سبزیوں میں واجب نہ ہونا جس طرح عادت چاہتی ہے۔ اس لئے کہ ایک کام زمانہ رسول میں ہوتا اور کیا جاتا ہے پھر اگر وہ متغیر ہو جاتا ہے۔ تو یقیناً اس کا علم ہوتا ہے " ارشاد الفحول صد ۸۲

اراد مالك به فيما طريقة النقل والاخبار والاجناس والصاع

علامہ الابہری نے مالکی مذہب کے متعلق کہا کہ امام مالک کی مراد اجماع وعمل اہل مدینہ سے وہ اجماع ہے جو حدیث رسول سے ثابت ہے جیسا جنس صاع (ماپ تول) وغیرہ نہ عام احکام اب ہم نے علی اظہر کے اس قول کی دھجیاں فضائے آسمانی میں اڑا دیں کہ امام مالک کے نزدیک اجماع اہل مدینہ حجت ہے ہم نے واضح کر دیا کہ تمام اہل سنت کے نزدیک صرف اجماع صحابہ کرام حجت ہے حضرت امام مالک خود اہل مدینہ کی مخالفت کر لیتے تھے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک اجماع وعمل اہل مدینہ حجت نہیں ہے امام مالک کے نزدیک وہ اجماع اہل مدینہ حجت ہے جو حدیث رسول سے ثابت ہے اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ امام مالک نے کسی کتاب میں یہ نہیں فرمایا کہ تمام اہل مدینہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے۔

نماز شیعہ کا موجد

کتب شیعہ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نماز کی ایجاد کا سہرا بھی زرارہ صاحب کے سر پر ہے۔ رجال کشی میں عمار ساباطی سے روایت ہے وہ کہتا ہے۔ کہ میں نے ایک کو مکہ و مدینہ کے درمیان راستہ میں نماز پڑھتے دیکھا۔ ایسی نماز میں نے کسی مذہب میں نہ دیکھی تھی نہ آج تک کسی نے اس طرح پڑھی تھی۔ ایک نہایت ہی عجیب قسم کی نماز تھی اور عجیب عجیب دعائیں تھیں جو بعد از نماز مانگی گئیں تھیں جب صبح ہوئی اور ہم امام جعفر صادق کی خدمت میں پیش ہوئے تو آپ نے فرمایا یہ زرارہ بن اعین تھے ملاحظہ ہو۔ رجال کشی۔

نوٹ :- زمانہ حاضرہ کے شیعہ علمُ مجتہدین اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے والے بارہ امام ہیں رجال کشی کی روایت موجود ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عجیب و غریب نماز زرارہ کے نتیجہ فکر کی کاروائی ہے۔

نیز یہ بات مسلم بین الفریقین ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی بات میں خلفائے ثلاثہ کی مخالفت نہیں کی۔ یہاں تک کہ ان کی رعایت سے اپنا اصلی قرآن بھی ظاہر نہ کیا اور ورثہ فاطمہ یہ فدک واپس نہ کیا

اور نماز تراویح میں "بدعت" کو قائم رکھا روک نہ سکے متعۃ النساء کو رواج نہ دے سکے۔ نماز جنازہ چار تکبیریں پڑھتے رہے۔ پانچ تکبیریں جاری نہ کر سکے۔ جب حال یہ ہے اور صورت احوال اس طرح پر ہے تو خدارا تبلاؤ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خلفائے ثلاثہ کی اقتدا میں کھلے ہاتھوں نماز پڑھی تو کس طرح پڑھی؟ ہرگز نہیں حقیقت یہ ہے کہ آپ نے خلفائے ثلاثہ کے پیچھے نماز پڑھی اور دست بستہ پڑھی ملاحظہ ہو تلخیص صہ ۳۵۲

شیعہ عقائد کے نزدیک خلفائے ثلاثہ (نقل کفر کفر نباشد) کافر تھے اور کافر کی اقتدا تو شیعہ مذہب میں بھی جائز نہیں ہے۔ علی بن راشد کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق سے دریافت کیا کہ آیا سنی امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہ؟ آپ نے جواب میں فرمایا۔ لا تصلی الا خلف من تثق بدینہ یعنی نماز اس کے پیچھے پڑھو جس کے دین پر اعتبار ہو۔ اگر کسی کے دین پر اعتبار نہیں تو اس کی اقتدا بھی درست نہیں معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کے نزدیک تو خلفائے ثلاثہ کا دین صحیح تھا اگر ان لوگوں کا دین ہی خراب ہوتا تو حضرت علی ان کے پیچھے ہرگز نماز نہ ادا کرتے اور اگر نماز پڑھ چکے تھے تو اس کا اعادہ لازم تھا فروع کافی جلد اول صہ ۲۲۴ پر موجود ہے کہ حضرت علیؓ نے کسی فاسق کے پیچھے نماز پڑھی پھر فوراً لوٹا لی تو کوئی شیعہ صاحب ثابت کر دکھائیں کہ حضرت علیؓ نے بھی اپنی خلافت کے زمانے میں ان نمازوں میں سے کوئی نماز لوٹائی تھی یا کہ خلفائے ثلاثہؓ کے زمانے میں تازہ تازہ لوٹا لیا کرتے تھے دراصل بات یہ ہے کہ خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کی اقتدا میں نماز پڑھنا شیعہ کے لئے سخت

سردردی کا باعث ہے۔ یہاں تک کہ سید المرتضیٰ علم الہدیٰ نے اپنی کتاب تنزیہ الانبیاء اور شافی میں نماز کی دو قسمیں بنا دی ہیں ایک ظاہری اور دوسری باطنی حالانکہ شرع ظاہر ہے باطن نہیں ہے۔

ایک لطیفہ

آج کل پاکستان میں شیعہ سُنی اتحاد کی سخت ضرورت ہے کیا ہی اچھا ہو کہ شیعہ حضرات اہل سنت کے اماموں کی اقتداء میں نماز ادا کیا کریں اور دل میں اقتدا نہ کریں۔ اس طرح پاکستان میں امن و امان کا گہوارہ بن جائیگا فروع کافی جلد اول صـ۲۲۷ پر ایک حدیث موجود ہے۔ آجکل شیعہ بھائیوں کو ادھر توجہ دینی چاہیئے۔ حضرت امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں۔

مَنْ صَلّٰی خَلْفَهُمْ فِی الصَّفِّ الْاَوَّلِ کَانَ کَمَنْ صَلّٰی خَلْفَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ۔

(ترجمہ) "جس شخص نے سنی امام کے پیچھے پہلی صف میں نماز پڑھی وہ مانند اس شخص کی ہے جس نے خدا کے رسولؐ کے پیچھے نماز ادا کی"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شیعہ مذہب آدمی از راہ تقیہ کسی سُنی کے پیچھے ادا کرے تو وہ اس نمازی کا ثواب حاصل کرتا ہے جس نے خدا کے رسولؐ کے پیچھے نماز پڑھی اور ظاہر ہے کہ رسول کے پیچھے ادا شدہ نماز کے ثواب کا کوئی شخص اندازہ ہی نہیں لگا سکتا۔ اس لئے پاکستانی شیعہ برادری کی خدمت میں عرض ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

کے نقش قدم پر چل کر عظیم ثواب حاصل کریں اور ظاہری نماز اہل سنت اماموں کے پیچھے ادا کرنا شروع کر دیں۔ اس سے جہاں آپ لوگ ثواب کے انبار جمع کر لیں گے۔ وہاں ملک پاکستان کی سیاسی فضا میں بہترین کردار پیش کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

ملازمت مسجد رسول۔

حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ کو جماعت مسلمین کے ساتھ نماز ادا کرنے کا اس قدر شوق تھا کہ بیشتر اوقات مسجد نبوی میں اقامت گزیں رہتے تھے۔ جب تک کوئی ضروری کام پیش نہ آتا تھا آپ مسجد نبوی سے ہرگز باہر نہ جاتے تھے۔ دیکھو شافی مرتضیٰ علم الہدےٰ مطبوعہ طہران ص۳۵۴

وَاِنَّمَا کَانَ یکثرا لجلوس فِی مَسْجِدِ رسول اللہ فَیَقَعُ الاجتماعُ مَعَ القَوْمِ ھُنَاکَ ۔

(ترجمہ) اور حضرت علی اکثر اوقات مسجد نبوی میں بیٹھے رہتے تھے پس وہاں صحابہ کرام کے ساتھ اکٹھے ہو جاتے تھے۔

نیز ملاحظہ ہو کتاب سلیم بن قیس ص۲۲۴

وَکَانَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللہ تعالیٰ عَنْہُ یُصَلِّی فِی المَسْجِدِ الصَّلوٰۃ الخمس فَلَمَّا صَلَّی قَالَ لَہٗ

(ترجمہ) اور حضرت علی پانچوں وقت کی نماز مسجد نبوی میں ادا کرتے تھے۔ پس جب حضرت علی نماز سے فارغ ہو جاتے تو

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر آپ سے دختر رسول کا حال دریافت کرتے اور کہتے کہ اب خدا کے رسول کی دختر کا کیا حال ہے۔ — اَبُوْ بَكْرٍ وَّ عُمَرُ كَيْفَ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلَى الْاٰن

حقیقت یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت ابوبکر صدیق کے اقتداء میں نماز پڑھنے کا بہت شوق فرماتے تھے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کو حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بذاتِ خود تمام مسلمانوں کا امام بنایا۔

دیکھو درۃ نجفیہ صـ۲۲۵ـ

(ترجمہ) پس جبکہ آپ کی بیماری تیز ہو گئی تو ابوبکر کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ — اَمَرَ اَبَا بَكْرٍ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ

آنحضور کا امر بغیر امر خداوندی کے ممکن نہیں ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خداوند تعالےٰ کی جانب سے حکم پاکر سیدنا ابوبکر صدیق کو تمام مسلمانوں کا امام بنایا۔ چونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی آنکھوں سے ان تمام حالات کو مشاہدہ کئے ہوئے تھے اس لئے جماعت میں مل کر نماز پڑھنے کا خوب شوق فرماتے تھے۔

علی اظہر شیعی اپنے اس رسالہ ارسال الیدین کے

وَقَدْ رُوِیَ فِیْ سُنَنِ اَبِیْ دَاؤُد وَالنَّسَائِیِّ وَصَحِیْحِ ابْنِ السَّکَنِ شَیْءٌ یُسْتَانَسُ بِہٖ عَلٰی تَعْیِیْنِ الْاٰمِرِ وَالْمَاْمُوْرِ فَرُوِیَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ رَاٰنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاضِعًا یَدِیَ الْیُسْرٰی عَلَی الْیُمْنٰی فَنَزَعَھَا وَوَضَعَ الْیُمْنٰی عَلَی الْیُسْرٰی وَاِسْنَادُہٗ حَسَنٌ۔ فتح الباری جلد دوم ص۵۲

(ترجمہ) یہ تحقیق سنن ابوداؤد اور نسائی اور صحیح ابن سکن میں ایک ایسی چیز دستیاب ہوئی ہے۔ جو آمر اور مامور کی تعین میں بہت مفید ہے۔ پس عبداللہ بن مسعود سے روایت کی گئی ہے انہوں نے کہا کہ خدا کے رسول نے مجھے دیکھا درحالیکہ میں نے بائیں کو دائیں ہاتھ پہ رکھا ہوا تھا پس آنحضور نے کھینچ لیا اور میرے دائیں ہاتھ کو بائیں کے اوپر رکھ دیا۔ اس حدیث کی سند حسن ہے "۔

مگر ہائے افسوس کہ اس استیناس نے اور وحشت پیدا کر دی کیونکہ یہ حدیث حسن ہے اور وہ حدیث صحیح ہے تو حدیث صحیح کی وحشت حدیث سے کیسے دور ہو سکتی ہے۔ حسن بمقابلۂ صحیح کوئی چیز ہی نہیں دوسرا یہ واقعہ ابن مسعود سے خاص واقعہ سے عام حدیث کی وحشت دور نہیں ہو سکتی تیسرا اس حدیث میں ابن مسعود کی سخت ابہام ہے کیونکہ اس میں ذکر قیام ہے، نہ ذکر قعود ہے اور نہ ہی ذکر صلواۃ ہے بس ایسی مبہم حدیث سے بخاری کی اس صحیح حدیث کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ جو خاص نماز کے بارے میں ہے۔

اللہ یار خان سنی :۔ مولوی علی اظہر صاحب کے اس اعتراض سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بخاری اور ابوداؤد کی روایت میں تعارض قائم کر دیا ہے۔ اور تعارض کی صورت میں حدیث حسن حدیث صحیح کا مقابلہ نہیں کر سکتی وغیرہ وغیرہ لیکن افسوس تو اس بات کا ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں تعارض کا نام ونشان بھی نہیں ہے اور آپ مقابلہ مقابلہ پکارے جا رہے ہیں۔ تعارض تو جب تصور کیا جائے کہ ان دونوں حدیثوں کے مفہوم آپس میں جمع نہ ہو سکیں۔ امید نہیں ہے کہ کوئی عقلمند آدمی سہل بن سعد کی حدیث میں اور عبداللہ بن مسعود کی حدیث میں نظر رکھ لینے کے بعد تعارض کا لفظ زبان سے نکال سکے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ سہل بن سعد کی روایت میں جس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے ابو حازم کے اظہار سے پہلے حکم دینے والے کے نام کی تعین نہ تھی اور عبداللہ بن مسعود کی وہ روایت جس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ حکم دینے والے کی تعین کرتی ہے حافظ ابن حجر عقلانی بھی ابوداؤد کی حدیث کو بخاری کی حدیث کی شرح کرنے کے لئے پیش کر رہے ہیں۔ اور ابو حازم کی توضیح کے بعد تو امام بخاری کی روایت بھی صاف مرفوع بن گئی ہے۔ پس اگرچہ حافظ صاحب کے نزدیک ابوداؤد کی حدیث حسن ہے مگر شرح کرنے کے لئے تو کافی شافی ہے اسی طرح دونوں حدیثیں نماز کے بارے میں ہیں اور قیام کے علاوہ جو نماز کی حالتیں ہیں ان میں تو دست بستہ نماز پڑھنے یا کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جیسا کہ ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں اس لئے ابہام کی کہانی بھی علی اظہر صاحب

کی اپنی ہی زبان ہے جس کے نیچے کوئی حقیقت نظر نہیں آتی۔

علی اظہر شیعی۔ارسال الیدین ص۴۸ یہاں پر معمولی عقل کا آدمی بھی کہہ دے گا۔ کہ جس طرح بخاری نے وضعی حدیث لکھ کر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا ثابت کیا ہے اسی طرح بخاری کے بعد میں آنے والے محدثین نے اس مضمون کی حدیثیں از خود تیار کر لیں تاکہ بخاری کی حدیث پر پردہ پڑ جائے اور اس کا وضعی ہونا ظاہر نہ ہو سکے۔

اللہ یار خان سنی:۔کوئی عقلمند آدمی تو بخاری کی اس حدیث کو وضعی کہہ نہیں سکتا کیونکہ دست بستہ عبادت کمال تعظیم پر دلالت کرتی ہے کھلے ہاتھوں نماز پڑھنا تو عاقل کے نزدیک تعظیم کا نشان نہیں ہے کیونکہ یہ تو آدمی کی عادت ہے کہ ہر وقت ہاتھ کھلے ہوئے ہوتے ہیں چاہے بیٹھا ہو چاہے کھڑا ہو۔ چاہے لیٹا ہو چاہے سویا ہو ہاتھوں کی یہ حالت تو عادت ہے۔اس لئے اس کو تعظیم کا نشان قرار دینا کسی عاقل بصیر کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ہاں واقعی دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر رکھ دینا عادت کے خلاف ہے۔اور نشان تعظیم ہے۔خدا جانے جناب علی اظہر صاحب عقل کس چیز کا نام رکھے ہوئے ہیں جس حدیث کو امام بخاری نے حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت کیا ہے۔عقل کے زور سے تو اس کو موضوع قرار نہیں دیا جا سکتا ہاں اگر مصنف رسالہ ارسال الیدین کسی اور طریقے سے اس حدیث کا موضوع ہونا ثابت کر دیتے تو قابل تحقیق ہوتا۔

علی اظہر شیعی ارسال الیدین کے ص۵ پر لکھتے ہیں

قَالَ اَبُوحَازِمٍ لَا اَعْلَمُہٗ اِلَّا یُنْمٰی ذٰلِکَ اِلٰی
النَّبِیِّ میں لفظ یُنْمٰی بصیغۂ مجہول ہونو معنے یوں ہوگا
ابو حازم کہتا ہے کہ میں تو یہی جانتا ہوں کہ اس حکم کی آنحضور کی طرف نسبت کی جاتی
ہے۔ اس صورت میں نسبت کرنے والے کا نام مذکور نہ ہوگا اور حدیث مرسل ہو
گی۔ جو قابل حجت نہیں ہے۔

اللہ یار سنی:۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب فتح الباری شرح صحیح
بخاری جلد دوم صہ ۱۵۴۔ پر نہایت تحقیق اور وضاحت سے لکھا ہے کہ
معروف ہے بصیغۂ مجہول نہیں ہاہے اس لئے علی اظہر صاحب کا
اس فعل مضارع کو بصیغہ مجہول بنا کر اس پر عمارت کھڑی کر دینا چشم پوشی
کی ایک بڑی مثال ہے نیز آپ کا ارشاد کہ حدیث مرسل حجت نہیں ہوتی
یہ بھی سراسر غلط ہے۔ آپ جن کو الزام دے رہے ہیں۔ حدیث مرسل ان کے
یہاں حجت ہے جیسا کہ کتب اصول میں موجود ہے۔

قَالَ بَعْضُ الْاَئِمَّۃِ الْحَدِیْثُ الْمُرْسَلُ صَحِیْحٌ یُحْتَجُّ بِہٖ
وَھُوَ مَذْھَبُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَمَالِکٍ وَاَحْمَدَ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

بعض آئمہ کہتے ہیں کہ حدیث مرسل صحیح ہے قابل حجت ہے اور یہ مذہب
ہے ابو حنیفہ کا اور مالک کا اور احمد کا خدا ان پر رحمت کرے۔

دیکھو مقدمہ فتح الملہم شرح صحیح مسلم صہ ۳۴ اس کے بعد علی اظہر
صاحب نے علامہ عینی شارح صحیح بخاری سے وہ احادیث نقل کی
ہیں جن سے وضع الیمین علی الیسار فی الصلوٰۃ ثابت ہوتا ہے اور

پھر راویوں پر جرح کی ہے اس لئے ہم پہلے علامہ عینی کی کتاب سے پوری عبارت نقل کرتے ہیں پھر جرح کا جواب دیں گے۔ عینی شرح صحیح بخاری جلد سوم ص۱۵

وَمِنْ جُمْلَةِ مَا احْتَجْنَا فِی الوَضْعِ حَدِیْثٌ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَه مِنْ حَدِیْثِ الْاَحْوَصِ عَنْ سِمَاكُ ابْنِ حَرْبٍ عَنْ قُبَیْصَةَ بْنِ الْمُهَلَّبِ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَؤُمُّنَا فَیَاْخُذُ شِمَالَهٗ بِیَمِیْنِهٖ۔

(ترجمہ) وہ حدیثیں جن سے ہم دست بستہ نماز پڑھنے پر استدلال کرتے ہیں ان میں سے ایک حدیث وہ ہے۔ جس کو ابن ماجہ نے اپنی کتاب میں احوص سے روایت کیا ہے اور اس نے سماک بن حرب سے اور اس نے قبیصہ ابن مہلب سے اور اس نے اپنے باپ سے وہ کہتا تھا کہ خدا کے رسولؐ ہمارے امام ہوتے تھے تو بائیں ہاتھ کو اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے تھے۔

اَلثَّانِیْ مَا اَخْرَجَهٗ مُسْلِمٌ فِیْ صَحِیْحِهٖ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ یَدَیْهِ الْحَدِیْثَ وَفِیْهِ ثُمَّ وَضَعَ یَدَهُ الْیُمْنٰی عَلَی الْیُسْرٰی

دوسری حدیث وہ ہے جس کو مسلم نے اپنی صحیح میں وائل بن حجر سے روایت کیا ہے کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھائے یہ طویل حدیث ہے اس میں ہے پھر آپ نے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ

پر رکھ دیا اور نماز پڑھی ۔

الثالث ما اخرجه ابو داؤد والنسائی وابن ماجه من حديث الحجاج بن ابی زينب قال سمعت ابان ابن عثمان يحدث عن عبد الله بن مسعود انه كان يصلی فوضع يده اليسرى على اليمنى فراٰه النبی صلی الله عليه وسلم فوضع يده اليمنی علی اليسری

(ترجمہ) تیسری حدیث وہ ہے جس کو ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے حجاج بن ابی زینب سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے ابان بن عثمان سے سنا وہ عبداللہ بن مسعود سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ نماز پڑھ رہے تھے پس بائیں ہاتھ کو دائیں کے اوپر رکھ دیا اور آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھ لیا پس عبداللہ کے دائیں ہاتھ کو پکڑ کر بائیں کے اوپر رکھ دیا۔

الرابع عن ابن عباس عن النبی صلی الله عليه وسلم قال انا معاشر الانبياء امرنا بان نمسك بايماننا على شمائلنا فی الصلوٰة و فی اسناده طلحة بن عمرو متروك وعن ابن معين ليس بشیء

چوتھی حدیث وہ ہے جو عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت کی گئی ہے عبداللہ بن عباس آنحضور سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا ہم پیغمبروں کی جماعت ایسے لوگ ہیں کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ دائیں ہاتھوں سے بائیں ہاتھوں کو نماز میں پکڑ لیں۔

اس حدیث کی سند میں طلحہ بن عمیر ہے جو متروک ہے ابن معین نے اس کے حق میں فرمایا کہ وہ کوئی چیز نہیں ہے۔

اَلْخَامِسُ مَا اَخْرَجَهُ الدَّارُقُطْنِيُّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَة مَرْفُوْعًا نَحْوَ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَفِيْ اَسْنَادِهٖ النَّضْرُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ ابْنُ مُعِيْنٍ لَيْسَ بِشَيْءٍ ۔

پانچویں حدیث یہ ہے جس کو دارقطنی نے حضرت ابوہریرہ سے مرفوع روایت کیا ہے یہ حدیث بالکل حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث کی طرح ہے اس کی سند میں نضر بن اسماعیل ہے ابن معین ان کے حق میں کہتے ہیں کہ یہ کوئی چیز نہیں ہے۔

السَّادِسُ فِيْ مُقَدِّمَةِ فَتْحِ الْمُلْهِمْ ص ٣٩ قَوْلُ الصَّحَابِيِّ مِنَ السُّنَّةِ كَذَا كَقَوْلِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَضْعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ فِي الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ

چھٹی حدیث وہ ہے جو فتح الملہم کے مقدمہ میں ص ۴۹ پر مذکور ہے جہاں مصنف نے صحابہ کے قول مِنَ السُّنَّۃِ کی مثال میں حضرت علیؓ کا قول مِنَ السُّنَّۃِ وَضْعُ الْکَفِّ فِی الصَّلٰوۃِ تَحْتَ السُّرَّۃِ ۔ ذکر کرکے فرمایا ہے

ظاهرٌ في الدفع وهو قول الأكثر إذ هو المتبادر إلى الذهن عند الإطلاق لأن سنة النبي صلى الله عليه وسلم أصل وسنة غيره تبع

السابع - ما أخرجه ابن أبي شيبة عن وكيع عن موسى ابن عمير عن علقمة ابن وائل ابن حجر عن أبيه. قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وضع يمينه على شماله في الصلوة تحت السرة وسنده جيد ورواته كلهم ثقات وكيع أحد الأعلام وموسى وثقه أبو حاتم وأخرج له البخاري

کہ ظاہر باہر ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے اور یہی اکثر محدثین کا قول ہونے کی صورت میں اسی طرف ذہن انتقال کرتا ہے اس لئے کہ:
نبی کی سنت اصل ہے اور کسی دوسرے کی سنت تابع ہے۔

ساتویں حدیث وہ ہے جس کو ابن ابی شیبہ نے وکیع سے اور اس نے موسے بن عمر سے اور اس نے علقمہ بن وائل اور اس نے اپنے باپ وائل بن حجر سے روایت کیا ہے کیا میں نے خدا کے رسول کو دیکھا آپ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے ہوئے تھے۔ اور اس حدیث کی سند بڑی عالی شان ہے۔ اس کے سارے راوی با اعتبار ہیں وکیع جو ہے وہ علم کے پہاڑوں میں سے ایک ہے اور موسے کو ابو حاتم نے ثقہ کہا ہے

فِيْ رَفْعِ الْيَدَيْنِ وَ
مُسْلِمٌ وَالْاَرْبَعَةُ
وَثَّقَهُمْ ابْنُ حَبَّانٍ
فَهُوَ شَاهِدٌ لِحَدِيْثِ
عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى
عَنْهُ ۔

اور اس کے لئے نسائی نے روایت کی ہے اور علقمہ جو ہے تو اس کے لئے بخاری نے رفع یدین میں حدیث ذکر کی ہے اور امام مسلم نے اور ان چاروں راویوں کو ابن حبان نے بھی ثقہ کہا ہے پس یہ حدیث حضرت علیؓ کی حدیث کے لئے شاہد ہے یعنی معاون ہے۔

كَذَا فِيْ تَخْرِيْجِ
الْاَحَادِيْثِ الْاِخْتِيَارِ
شَرْحِ الْمُخْتَارِ لِقَاسِمِ بْنِ قَطْلُوْبُغَا

یہ تمام تقریر قاسم بن قطلوبغا کی کتاب نامی اختیار شرح مختار میں مذکور ہے

فَاِنْ قُلْتَ اِنَّ فِيْهِ
انْقِطَاعًا فَاِنَّ عَلْقَمَةَ
لَمْ يَسْمَعْ مِنْ اَبِيْهِ بَلْ
وَلِدَ بَعْدَ مَوْتِ اَبِيْهِ
بِسِتَّةِ اَشْهُرٍ قُلْتُ هٰذَا قَوْلُ
بَعْضِ الْمُحَدِّثِيْنَ وَالصَّحِيْحُ
اَنَّ الْمَوْلُوْدَ بَعْدَ اَبِيْهِ هُوَ
اَخُوْهُ عَبْدُ الْجَبَّارِ وَاَمَّا

اگر تو کہے کہ اس سند میں انقطاع ہے۔ اس لئے کہ علقمہ کا اپنے باپ سے سماع ثابت نہیں ہے بلکہ یہ صاحب اپنے باپ کی موت کے چھ ماہ بعد پیدا ہوئے میں کہتا ہوں کہ واقعی یہ بعض محدثین کا قول ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ جو اپنے باپ کی موت کے بعد پیدا ہوا وہ علقمہ نہیں ہے

عَلْقَمَةُ فَقَدْ حَدَّثَ عَنْ اَبِيْهِ وَ سَمِعَ مِنْهُ كَمَا لَا يَخْفٰى عَلٰى مَنْ طَالَعَ سُنَنَ النَّسَائِيِّ وَجَامِعَ التِّرْمِذِيِّ هٰكَذَا فِي الْقَوْلِ الْجَازِمِ فِي سُقُوْطِ الْحَدِّ بِنِكَاحِ الْمَحَارِمِ لِمَوْلَانَا عَبْدِ الْحَيِّ	بلکہ علقمہ کا بھائی عبد الجبار ہے اور علقمہ نے تو اپنے باپ سے حدیث بیان کی ہے ۔ اور ان کا سماع ثابت ہے جیسا کہ سنن نسائی اور جامع ترمذی کا مطالعہ کرنے والے پر ذرہ بھر بھی مخفی نہیں ہے یہ ساری تقریر مولانا عبد الحی کے رسالہ نامی القول الجازم فی سقوط الحد بنکاح المحارم میں درج ہے۔

علی اظہر شیعی :۔ طلحہ بن عمیر ضعیف ہے اس کو ابن معین نے ضعیف کہا ہے دوم نضر بن اسماعیل بھی ضعیف ہے اسکو بھی ابن معین نے ضعیف قرار دیا ہے سوم احوص اور سماک بن حرب بھی مجروح ہیں چہارم حجاج بن ابی زینب سخت ضعیف ہے اس کو بھی ابن معین نے ضعیف کیا ہے نیز جب آنحضور چادر اوڑھے ہوئے ہوتے تھے اور آپ کے دونوں ہاتھ چادر میں لپٹے ہوئے ہوتے تھے تو لوگوں کو آپ کے ہاتھوں کی کیفیت کس طرح معلوم ہو سکتی تھی پس یہ حدیثیں سند کے لحاظ سے بھی کمزور ہیں قابل حجت نہیں ہیں اور عادت کے بھی خلاف ہیں اس لئے ساقط عن الاعتبار ہیں ۔

اللہ یار خاں سنی :۔ ابن معین نے جن راویوں کو ضعیف کہا ہے

دوسرے محققین علمائے رجال نے ان کی توثیق کر دی ہے باقی رہا تعدیل پر جرح کے مقدم ہونے کے مسئلہ تو عموماً شیعہ علماء اس میں افراط اور تفریط سے کام لیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جرح راوی دو قسم ہے ایک جرح مجمل اور دوسری جرح مفصل جرح مفصل وہ جرح ہے جس میں ضعف کی وجہ بیان کی جائے اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ جرح مجمل ہے۔ پس یہ جو مشہور ہے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے اس سے مراد وہ جرح ہوتی ہے جو مفصل ہو جرح مجمل کو تو کوئی اہل علم تعدیل پر مقدم نہیں رکھتا

دیکھو مقدمہ فتح الملہم ص۶۸

فَقَدْ قَالُوْا لَا يُقْبَلُ الْجَرْحُ إِلَّا مُفَسَّرًا يُرِيْدُوْنَ بِذٰلِكَ أَنَّهُ لَا يَكْفِيْ فِيْ ذٰلِكَ قَوْلُ ابْنِ مَعِيْنٍ مَثَلًا هُوَ ضَعِيْفٌ مِنْ غَيْرِ بَيَانِ سَبَبِ ضُعْفِهِ -

یہ تحقیق محدثین نے کہا ہے کہ جرح جب تک واشگاف نہ ہو۔ قابل قبول نہیں ہوتی ان کا مطلب یہ ہے۔ کہ ابن معین کسی راوی کو ضعیف کہدیں تو یہ بات کافی نہیں بلکہ ضعف کا سبب بیان کرنا ضروری ہے۔

(نوٹ) کس صفائی سے جرح کا معیار قبول، اور عدم قبول بیان فرمایا ہے۔ اگر کوئی ناقد رجال صرف ضعف کا فتوے لگا دے تو کفایت نہیں کرتا۔ جب تک خاص طور پر راوی کے ضعیف ہونے کی وجہ بیان نہیں کی جائے گی۔ تب تک صرف ضعف کا فتویٰ ثقاہت کے فتوے کو رد نہیں کرسکتا کیونکہ وہ ضعف کی توضیح کے بعد ہی پتہ چل سکتا ہے کہ آیا یہ چیز ضعف کی وجہ بن سکتی ہے یا نہ؟ بہت ممکن ہے کہ ایک ناقد رجال کے نزدیک جو

ضعف کی وجہ ہے وہ دوسرے کے نزدیک وجہ ضعف قرار نہ پائے اس لئے وجہ ضعف کی تشخیص نہایت ضروری ہے اسی نکتے کو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب منہاج السنۃ میں یوں بیان فرمایا ہے۔

وَ کَانَ الْحَدِیْثُ فِیْ اِصْطِلَاحِ مَنْ قَبْلَ التِّرْمِذِیِّ اِمَّا صَحِیْحٌ وَ اِمَّا ضَعِیْفٌ وَالضَّعِیْفُ نَوْعَانِ مَتْرُوْکٌ وَضَعِیْفٌ لَیْسَ بِہٖ بِمَتْرُوْکٍ۔	امام ترمذی سے پہلے حدیث دو قسم پر ہوتی تھی ایک صحیح اور دوسری ضعیف اور ضعیف دو قسم تھی۔ ایک وہ جو قابل عمل تھی اور دوسری وہ جو قابل عمل نہ تھی۔

(نوٹ) امام ابن تیمیہ کے اس اظہار سے واضح ہو گیا کہ صرف لفظ ضعف دیکھ کر حدیث کے مردود ہونے کا یقین کر لینا اصل حقیقت سے ناواقف ہونے کی بڑی زبردست دلیل ہے۔

ایک نکتہ

محدثین کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس ضعیف حدیث کو تمام امت نے قبول کر لیا ہے اور بلا انکار سب لوگ اس پر عمل پیرا ہو گئے ہیں تو وہ متواتر کے قریب ہو جاتی ہے دیکھو مقدمہ فتح الملہم۔

وَکَذَا اِذَا تَلَقَّتِ الْاُمَّۃُ بِالْقُبُوْلِ یَعْمَلُ بِہٖ حَتّٰی اَنَّہٗ یُنْزَلُ بِمَنْزِلَۃِ الْمُتَوَاتِرِ۔	اور اسی طرح جس ضعیف حدیث کو تمام امت نے قبول کر لیا ہو اس پر عمل کیا جائے گا۔

صحیح بات یہی ہے یہاں تک کہ اس کو
متواتر کی جگہ اتارا جاتا ہے۔

(نوٹ) جب کوئی ضعیف سے ضعیف حدیث بھی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے کھلے ہاتھوں نماز پڑھنے کے بارے دستیاب نہیں ہوتی اور کیفیت نماز میں آنحضور سے دست بستہ نماز پڑھنے کی احادیث بکثرت موجود ہیں بعض ان میں قولی ہیں تو بعض ان میں فعلی ہیں۔ اور بعض ان میں تقریری ہیں مرفوع بھی ہیں۔ اور موقوف بھی ہیں۔ صحیح بھی ہیں تو حسن بھی ہیں۔ پس دست بستہ نماز پڑھنے کی ضعیف احادیث کو بھی کیوں نہ متواتر کے درجے میں تسلیم کر لیا جائے درانی لیکہ تمام امت کے عمل کی بھاری تائید بھی ان کو حاصل ہے۔

ایک عجیب بات یہ ہے کہ شیعہ حضرات میں بھی عورتیں کھلے ہاتھوں نماز نہیں پڑھتیں۔ ارسال الیدین کا مسئلہ خاص مردوں کے لئے ہے۔ عورتیں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ اور شیعہ مرد بھی آج کل کھلے ہاتھوں نماز پڑھتے ہیں اگلے زمانے میں شیعہ مرد بھی دست بستہ نماز پڑھتے تھے۔ کیونکہ حسب عقیدہ شیعہ اگلے زمانے کے لوگ تقیہ میں وقت گزارتے تھے یہی وجہ ہے کہ بارہ اماموں میں سے کسی امام نے حالات ائمہ کرام اور ان کے تلامذہ عظام سب کے سب پابند تقیہ تھے تو پھر وہ کھلے ہاتھوں نماز کیسے پڑھ سکتے تھے۔ ثابت ہو گیا کہ بارہ امام دست بستہ نماز پڑھتے تھے پس ہمارا دعوے کہ تمام امت دست بستہ نماز پڑھتی تھی۔ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا یہ بھاری تعامل ہے جو ضعیف سے ضعیف حدیث کو بھی متواتر کے درجے تک پہنچا سکتا ہے اور

حدیث متواتر میں اسناد کے رجال سے بحث نہیں کی جاتی۔

مصنف ارسال الیدین نے مذکورہ بالا سات احادیث میں سے بعض کی سند پر اعتراض کیا ہے۔ مگر بعض تو ان میں ایسی مضبوط ہیں کہ ان کی سند کے راویوں پر اعتراض کرنا جوئے شیر لانے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف کی وہ حدیث جو کہ سہیل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نیز وائل بن حجر کی حدیث بھی نہایت مضبوط ہے جس کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے اس کے راویوں پر تو کسی کو اعتراض نہیں ہے۔ اگر ناظرین الفاروق دست بستہ نماز پڑھنے کی تمام احادیث کو یک جا دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو الفاروق بابت ۱۵ جون ۱۹۵۱ء و یکم جولائی ۱۹۵۷ء کا مطالعہ کریں۔ ان دونوں شماروں میں الفاروق کے دست بستہ نماز پڑھنے پر بارہ احادیث پیش کی گئی ہیں اور شیعہ استدلالات کے جوابات نہایت اطمینان بخش طریقے سے بیان کئے گئے ہیں دفتر الفاروق چوکیرہ اور دفتر الفاروق کچہری بازار سرگودھا سے دستیاب ہو سکتے ہیں۔

(نوٹ)

جناب علی اظہر صاحب لکھنوی کے ارسال الیدین کا جواب بفضلہ تعالیٰ مکمل ہو چکا ہے۔ اختتام رسالہ پر آپ نے حسب دستور شیعہ کی کچھ بے فائدہ باتیں ذکر کی ہیں۔

اگر انہیں خرافات سے تعبیر کیا جائے تو موزوں ہوگا۔ امام ابوحنیفہ پر ناجائز حملے کئے ہیں ان کے جوابات کچھ مناسب معلوم نہیں ہوتے

کیونکہ آدمی کو کچھ نہ کچھ تو دائرہ تمیز میں رہنا چاہیئے۔ علی اظہر صاحب کے تو اصول ہی ایسے ہیں جو آپ کو اس قسم کی تحریرات کی اجازت دیتے ہیں مگر ہمارے اصول ہمیں اس قسم کی تحریر کی اجازت نہیں دیتے اس لئے خرافات کے جوابات سے کنارہ کشی اختیار کی گئی ہے۔

مولوی سعدی مرحوم کے ایک شعر پر الجمال والکمال بوضع الیمین علی الشمال فی حضرۃ ذی الجلال کو ختم کرتا ہوں۔

ے گر نیاید بگوش رغبت کس
بر رسولاں بلاغ باشد و بس

امام مالکؒ کا مذہب

کچھ لوگوں نے دانستہ اور بعض نے نادانستہ اس بات کو شہرت دینے میں بڑی مستعدی کا اظہار کیا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتا تھا۔ حالانکہ یہ افواہ حقائق کے بالکل خلاف ہے۔ فقہ مالکی کی مشہور اور مستند کتاب مدونۃ الکبریٰ میں امام صاحب کے مذہب کی وضاحت موجود ہے۔ چنانچہ مدونہ ج ۱ صفحہ ۷۴ پر مذکور ہے:۔

عن ابن وهب عن سفيان الثوری عن غير واحد من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلّم انهم رأوا رسول الله صلی الله علیه وسلم واضعا يده اليمنى على يده اليسرى في الصّلوٰة	حضرت وہب حضرت سفیان ثوریؒ اور وہ متعدد صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ان صحابہ رضؓ نے نبی کریمؐ کو نماز پڑھتے دیکھا کہ آپؐ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر نماز پڑھتے تھے۔

یہ حدیث فعلی ہے جس سے فعل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور فعل صحابہ رضؓ ظاہر ہے کہ وہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے تھے۔

اس باب کا عنوان ہے: الاعتماد فی الصّلوٰة والاتکاء و وضع الید علی الید یعنی اس باب میں دو امور پر بحث کی گئی ہے۔ اوّل قیام کے لئے اُٹھنے پر سہارا لینا۔ دوم ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا۔ جس سے ظاہر ہے کہ اعتماد یعنی سہارا لے کر اُٹھنا اور چیز ہے اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا اور چیز ہے۔

اس کی شرح میں اسی صفحہ ۷۴ پر درج ہے۔

قولہ فی وضع الیمنی علی الیسریٰ
قال اشھب انہ لا باس بہ
فی الفریضۃ والنافلۃ والحدیث
ولانھا وقفۃ للعبد الذلیل
لمولاہ جلیل۔

دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے کے متعلق
علامہ اشہب کہتے ہیں کہ یہ فرض اور
نفل دونوں میں حدیث رسول کے مطابق
صحیح ہے اور بندہ ذلیل کی اپنے رب
جلیل کے سامنے کھڑے ہونے کی
یہی حالت ہونی چاہیئے۔

کسی حاکم کے سامنے اکڑ کر کھڑا ہونا جب تکبر کی دلیل ہے تو احکم الحاکین کے سامنے ایسا کھڑا ہونا عاجزی کی دلیل کیسے بن جائے گا۔

فقہاء نے تو ہاتھ کھول کر کھڑا ہونے کی ہئیت کو نماز کی ہیئت میں شمار ہی نہیں کیا۔ احناف کے نزدیک تو ہاتھ لٹکا کر کھڑا ہونا عمل کثیر میں داخل ہے عمل کثیر کی تعریف یہ ہے کہ ایسا عمل جسے باہر سے کوئی دیکھے تو یہ سمجھے کہ یہ نماز نہیں پڑھ رہا ہے۔ ہاتھ کھولے رکھنا تو عام عادت ہے بھلا وہ نماز کی ہیئت شمار ہوسکتی ہے؟

چند آیاتِ قرآنی سے استدلال

ایک شیعہ عالم نے ایک دفعہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کی دلیل میں یہ آیت پیش کی۔

اَلْمُنَافِقُوْنَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُھُمْ
مِنْ بَعْضٍ یَأْمُرُوْنَ بِالْمُنْکَرِ
وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَیَقْبِضُوْنَ

منافق مرد اور منافق عورتیں شئے واحد
ہیں۔ برائی کا حکم کرتے اور نیکی سے روکتے
ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے

اَیۡدِیَھُمۡ۔ ہاتھ روکتے ہیں۔

فرمایا دیکھو آیت سے ظاہر ہے کہ منافق ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے تھے۔ اس وجہ سے شیعہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں۔ کہ منافقوں سے مشابہت نہ ہو۔

الجواب: (۱) آیت میں نماز کا تو کہیں ذکر نہیں۔ آپ نے قرآن میں اضافہ کیا۔ اور قرآن میں کمی بیشی کرنے والا مسلمان نہیں ہو سکتا۔

(۲) آیت سے مراد یہ ہے کہ منافق لوگ راہ خدا میں خرچ کرنے سے ہاتھ روکتے ہیں۔ اس کی دلیل خود آیت میں موجود ہے کہ منافق نیکی کے کاموں سے روکتے ہیں۔ اور نماز تو اعلیٰ درجے کی نیکی اور عبادت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے خبر دیتے ہیں کہ منافق نیکی سے روکتے ہیں تو نماز جو اعلیٰ درجے کی نیکی ہے اس سے نہ روکتے ہیں نہ رُکتے ہیں۔ بلکہ خود پڑھتے ہیں۔ البتہ خفیہ طور پر لوگوں کو اس سے بھی روکتے تھے۔

(۳) ذرا یہ تو سوچئے کہ منافق ہوتا کون ہے؟ وہی جو اندر سے کافر اور بدترین دشمن اسلام ہوتا ہے۔ مگر اس دشمنی کو چھپانے کے لئے مسلمانوں میں ملے جلے رہتے تھے اور مسلمانوں جیسے کام کرتے تھے تاکہ پہچان نہ ہو سکے۔ مسلمانوں کی سب سے بڑی علامت نماز ہی تو تھی۔ اگر وہ نماز نہ پڑھتے تو ان کا نفاق کیسے چھپ سکتا تھا؟ اس لئے وہ اپنا خبث باطن چھپانے کے لئے مسلمانوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں جیسی ہی نماز پڑھتے تھے۔ لہٰذا انہیں باندھ کر ہی نماز پڑھنی ہوتی تھی کیونکہ مسلمانوں کی نماز کی ہیئت یہی تھی۔ اور یہی ہے اور یہی رہے گی۔

اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی اس نماز کی حقیقت بھی واضح کر دی۔

اِذَا قَامُوۡا اِلَی الصَّلٰوۃِ یعنی منافق نماز کے لئے بڑی سستی سے

قاموا کسالی یراؤن الناس ۔

اُٹھتے ہیں اور وہ بھی صرف لوگوں کو دکھانے کے لئے آتے ہیں ۔

اور ولا یأتون الصلوٰۃ الا وھم کسالی

ظاہر ہے کہ لوگوں کو دکھانے کے لئے وہی نماز پڑھتے تھے جیسے مسلمان پڑھتے تھے ۔ یعنی ہاتھ باندھ کر پڑھتے تھے ۔ ہوسکتا ہے منافقوں کا اصل مذہب ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا ہو مگر مسلمانوں کے ساتھ جب پڑھتے تو تقیہ کر کے ہاتھ باندھ کر ہی پڑھتے تھے ۔

(۴) مولوی صاحب ! جب ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا فعلِ منافقین ہے تو کیا شیعہ عورتیں ساری منافق ہوتی ہیں ؟ وہ کیوں ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتی ہیں ؟ پھر ان منافقوں کی طرح ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے والی شیعہ عورتوں کی اولاد کس زمرے میں داخل ہوتی ؟

آیت ۵ وقالت الیھود ید اللہ مغلولۃ غلت ایدیھم و لعنوا بما قالوا

یہود نے کہا کہ اللہ کے ہاتھ باندھے ہوئے ہیں (خرچ کرنے سے) مگر اصل یہ ہے کہ یہود کے ہاتھ راہِ خدا میں خرچ کرنے سے باندھے ہوئے ہیں ۔ اللہ کے متعلق ان کے یہ کہنے سے لعنت کی گئی ۔

شیعہ مولوی بشیر نے کہا دیکھو ! ہاتھ باندھنا یہودیوں کا فعل ہے ۔

الجواب :- (۱) آپ کے سوال کا جواب تو آیت کے اس اگلے جملے میں جو آپ پڑھنے کی جرأت نہ کر سکے وہ جملہ یہ ہے :-

بل یداہ مبسوطتان ینفق کیف یشاء ۔

یعنی اللہ تعالےٰ کے دستِ قدرت کشادہ ہیں جیسے چاہتا ہے مخلوق پر خرچ کرتا ہے

یعنی مخلوق کو رزق دینے اُسے پالنے میں اس کا دستِ کرم اتنا کشادہ ہے کہ مخلوق کی ہر نوع اور ہر نوع کا ہر فرد اس کے خوانِ کرم سے روزی حاصل کر رہا ہے۔ بھلا یہاں ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے اور کھولنے کی کیا تُک ؟

(۲) اگر اللہ تعالیٰ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتا ہے (معاذ اللہ) تو اس کا معبود کون ہے؟ اور کیا اللہ تعالیٰ مخلوق ہے جو خالق کی عبادت کا محتاج ہے؟

(۳) سنی حضرات! ذرا یہ تو بتاؤ کہ تم گردن کے گرد ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہو شیعہ مولوی صاحب یہی کہہ رہے ہیں۔

مولوی صاحب! میں نے کب کہا ہے؟

الجواب: مولوی صاحب غلّ کے معنی کیا ہیں۔

کبھی قرآن کو دیکھنے کا اتفاق ہوا؟ یہ دیکھئے۔ ولا تجعل یدک مغلولة الی عنقک

یعنی خرچ سے روک کر ہاتھ کو گردن پر نہ باندھ لو۔ اسی طرح اعتدنا الکفرین سلاسل واغلالا۔ ہم نے کافروں کے لئے زنجیریں اور طوق تیار کر رکھے ہیں۔ اور طوق گردن کے گرد ہی ہوتا ہے۔

(۴) ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا بقول آپ کے یہودیوں کی روش ہے اور یہودی ملعون ہیں تو کیا خیال ہے آپ کا شیعہ عورتوں کے متعلق؟ اپنی زبان سے ان کے حق میں بھی یہی دونوں لفظ فرما دیجئے۔ آیت ۳۱

الم تر ان اللہ یسبح لہ من فی السموت والارض والطیر صافات کل قد علم صلوٰتہ وتسبیحہ	کیا تو نے نہیں دیکھا کہ زمین و آسمان کی تمام مخلوق اس کی تسبیحیں کہتی ہے۔ اور پرندے پروں کو کھولے اُڑ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کی تسبیح اور نماز کو جانتا ہے۔

شیعہ مولوی فیض محمد صاحب ریل گاڑی میں بیٹھے لوگوں کو تبلیغ کر رہے تھے

کہ دیکھوں یہ فطری طریقہ ہے جو پرندوں نے اختیار کر رکھا ہے، انسانوں کو بھی چاہیئے کہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھا کریں۔

الجواب :۔ میں بھی اسی کمرے میں بیٹھا تھا پوچھا مولوی صاحب! پرندے تو حیوان ہیں۔ ایک تو یہ معلوم ہوا کہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا انسانوں کا نہیں بلکہ حیوانوں کا کام ہے۔ دوسرا یہ کہ مسلمان رسول کریمؐ کے تابع ہیں یا حیوانوں کے مقلد ہیں۔

۲۔ مولوی صاحب! نماز کے لئے وضو شرط ہے اگر انسان کو نماز پڑھنے کا طریقہ پرندوں سے ہی سیکھنا ہے تو وضو کا طریقہ بھی انہی سے سیکھنا پڑے گا۔ ذرا پرندوں کو وضو کرنے کے سلسلے میں بھی کوئی آیت تلاوت فرمادیں۔

۳۔ اگر پرندوں کی ہی نقل کرنی ہے تو پوری نقل کریں، وہ تو اپنے پروں کو دائیں بائیں پھیلا کے اڑتے ہیں۔ آپ بھی بازو لٹکا کے نہیں، بلکہ دائیں بائیں پھیلا کے نماز پڑھا کریں۔
پھر وہ پروں کو اوپر نیچے حرکت دیتے ہیں آپ بھی اسی طرح کیا کریں۔
پھر پرندے اڑتے اڑتے بیٹ بھی کرتے رہتے ہیں، آپ بھی نماز پڑھتے پڑھتے ہگنے موتنے کا فعل کرکے پرندوں کی پوری نقل کیا کریں۔

۴۔ آیت میں دو لفظ ہیں ایک تسبیح دوسرا صلوٰۃ
تسبیح عام ہے جو تمام جانداروں کو شامل ہے اور صلوٰۃ صرف مکلفین کے لئے ہے۔
اس لئے آدمی کو خواہ مخواہ حیوان بننے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔

آیت نمبر۴

كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ جس طرح تمہیں پیدا کیا اسی طرح تمہیں لوٹائے گا۔

مولوی باقر شاہ صاحب نے فرمایا کہ آدمی پیدا ہوتا ہے، ہاتھ کھلے ہوتے ہیں۔ مرتا ہے ہاتھ کھلے ہوتے ہیں، لہٰذا نماز بھی کھلے ہاتھوں پڑھنی چاہیئے۔

الجواب :۔ انسان پیدائش کے وقت نہ عاقل ہوتا ہے نہ مکلف، اور پیدائش کے وقت حکمی پلیدی سے ملوث ہوتا ہے اور موت کے وقت بھی مکلف نہیں رہتا۔
تو مکلف کو غیر مکلف کی حالت پر قیاس کرنا جہالت کا کمال ہے۔

آیت نمبر۵

وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ اور چاہیئے کہ صحابہ اپنا بچاؤ کا خیال اور اسلحہ پاس رکھیں

مولوی مرزا یوسف نے فرمایا کہ نماز میں ہاتھ کھلے نہ ہوں تو ہتھیار کیسے پکڑ سکتا ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ صحابہ کو حکم ہوا کہ نماز میں ہتھیار اپنے ہاتھوں میں رکھیں، لہٰذا کھلے ہاتھوں نماز پڑھنا ثابت ہوگیا۔

الجواب:۔ ہتھیار اور پکڑنا۔ ان دونوں کو جمع کیجئے، پھر ہتھیاروں میں تلوار نیزہ۔ تیر کمان سب شامل تھے۔ ہاتھ کھلے ہوں یا باندھے ہوں ان ہتھیاروں کو پکڑنے کا ذرا تصور کیجئے۔ کوئی صورت بنتی ہے۔ قیام ہے رکوع ہے۔ سجدہ ہے۔ ذرا ہاتھوں میں ہتھیار پکڑ کے یہ تینوں ارکان ادا کر کے دیکھئے۔

قرآن کی مراد یہ ہے کہ نماز پڑھتے وقت ہتھیار پاس رکھیں، قیام گاہ میں نہ چھوڑ جائیں۔ اپنی حفاظت کا بندوبست کریں۔ ایسا نہ ہو کہ نماز کی حالت میں دشمن حملہ کردے اور تم ہتھیار لینے کے لئے اپنی قیام گاہ کی طرف دوڑنے لگو۔

ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کا یہ ثبوت تو بالکل ایسا ہے جیسا کسی نے کہا تھا۔

"علم سائیسی دریا ئے ہے کہیں کا ٹانگا کہیں لاگت ہے۔"